بارگاہِ سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کا

ماہنامہ

منادی

نئی دہلی













مُنَادِیًا یُّنَادِی لِلاِیمَانِ

مُنادی کرنے والا با آواز بلند ایمان کی طرف بُلا رہا ہے۔(سورۃ آل عمران:193)

بارگاہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ سے

ایمان اور امن کی ندا دینے والا

اور ان کے جانشین

امام المشائخ شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامیؒ اور حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی فخر دہلیؒ کی یادگار

ماہنامہ
منادی نئی دہلی

دسمبر 2022

جلد : 01 شمارہ : 01

مدیر اعلی : خواجہ سید محمد نظامی
مدیر : عبدالملک نظامی
کمپوزنگ : اسماک آرٹس اینڈ گرافکس، ناندیڑ
سرورق ڈیزائن : شیخ اعجاز (B.F.A)
ای میل : amaliknizami@gmail.com
دفتر کا پتہ : خواجہ ہال بستی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، نئی دہلی۔13
رابطہ : 919810020922
919673379359

© https://www.khwajahasannizami.life

رسالے میں شامل مواد قلمکار کی اپنی رائے ہے۔اس سے ادارہ منادی یا اس کے مدیران کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

فہرست

اداریہ	------	03
الفاتحہ	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	05
فرمان مرشد	حضرت خواجہ حسن نظامیؒ	07
محمدؐ پیارا	سردار گوردت دارا	08
مدینے کے ساقی	ڈاکٹر محمد قمر الدین نظامی	09
قرآن کے فرمان	حضرت روشن دل محمد حسین نظامیؒ	10
دیدار یار	حضرت امیر خورد کرمانیؒ	11
انتخاب فوائد الفواد	------	12
ایک دردمند دل کی عرض	علامہ اقبالؒ	13
حضرت محبوب الٰہیؒ	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	16
ایک تاریخی نظم	سلام مچھلی شہری	21
حضرت محبوب الٰہیؒ	پروفیسر مسعود انور علوی	24
------ // ------	پروفیسر شریف حسین قاسمی	29
------ // ------	فاروق ارگلی	34
------ // ------	پروفیسر فخر الدین نظامی	38
------ // ------	ملا محی الدین خالد نظامی	40
------ // ------	حافظ محمد ہارون نظامی	41
مرید	حضرت خواجہ حسن نظامیؒ	43
اعتقاد۔ مرید اور پیر	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	46
عرس کی خبریں	------	51

© https://www.khwajahasannizami.life

ہوالکل　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　یا معین

اداریہ

الحمدللہ، آن لائن منادی کا یہ پہلا شمارہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے مجھے بڑی مسرت ہورہی ہے۔ میرے دادا جان و دادا پیر شیخ المشائخ مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ادارت میں مسلسل 28 (1926-1954) برس تک اس ماہنامے کو جاری رکھا اور اس کے بعد میرے تایا جان و پیر و مرشد فخرِ دہلی حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے جنوری 1955 تا 2013 تک مسلسل 58 برس اس ماہنامے کو اپنی ادارت میں جاری رکھا۔ لیکن آپ کی علالت کی وجہ سے یہ ماہنامہ جاری نہ رہ سکا۔ مارچ 2015ء کو آپ اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے اور یہ ماہنامہ بند ہوگیا۔ میری اپنی ذاتی مصروفیات کی وجہ سے میں اس ماہنامے کو دوبارہ جاری نہ کرسکا۔ میرے پیر بھائی وادونی کے ناظم محترم ملامحی الدین درویش خالد نظامی، عزیزم سلیمان مرادی نظامی ممبئی اور عبدالملک نظامی ناندیڑ نے اس معاملے میں پہل کرتے ہوئے اسے آن لائن طرز پر جاری کرنے میں میری مدد فرمائی، میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے 719 رویں عرس مبارک پر منعقدہ سیمینار میں پڑھے گئے مقالے اس میں شامل کئے گئے ہیں۔

ان شاءاللہ منادی کے عنوان سے ایک ویب سائٹ جاری کی جائے گی جس میں منادی کے 86 برس کے شمارے شامل کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کام میں آسانی پیدا فرمائے اور محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے فیض کو جاری و ساری رکھے آمین۔

منادی کی مقبولیت و افادیت سے متعلق چند جملے درج کیے جاتے ہیں۔

جناب ڈاکٹر امام مرتضیٰ نقوی صاحب اپنے پی ایچ ڈی مقالے میں رقم طراز ہیں کہ "منادی کو جو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی وہ خواجہ صاحب کے کسی دوسرے رسالے یا اخبار کے حصے میں نہیں آئی۔ وہ اس میں روز ناچوں کے علاوہ ادبی اور صوفیانہ مضامین بھی لکھا کرتے تھے جس پر خواجہ صاحب کی شخصیت کی گہری چھاپ تھی۔ منادی شروع میں اسلامی تبلیغ کا منبع تھا۔ منادی کے مقاصد وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہے۔"

حضرت خواجہ صاحب نے درج ذیل مقاصد طے کیے:

1) ناظرین کو اپنی ذات کے عمل کی اطلاعوں سے مذہب کی طرف مائل کرنا۔

2) اپنی ذاتی خبروں سے ناظرین کو سوشل اصلاح کے طریقے بتانے۔

3) ملکی اور قومی اور ذاتی مفاد کے لیے اردو زبان کی ترقی و اصلاح کے مضامین شائع کرنا۔

تینوں مقاصد اپنی ذات کی مثالوں سے نشر کیے جاتے ہیں اسی لیے منادی کو ذاتی پروپیگنڈہ کا اخبار کہا جاتا ہے جن کی میں پرواہ نہیں کرتا کیوں کہ جانتا ہوں کہ ہر اخبار اپنی یا کسی اور کی ذاتی تبلیغ کرتا ہے مگر اس ریاکاری کے ساتھ کہ پڑھنے والوں کو یہ محسوس نہ ہونے پائے کہ اس میں کسی کی

© https://www.khwajahasannizami.in

ذات کی تبلیغ ہے لیکن میں ریاکاری اور ظاہرداری کی ملمع کاری سے بچتا ہوں اور صاف صاف لکھتا ہوں کہ یہ اخبار میری ذات کی تبلیغ کا اخبار ہے کوئی پڑھے یا نہ پڑھتے مجھے کام کرنا ہے سو کر رہا ہوں اور جب تک جسم میں سانس آتا جاتا ہے یہ کام کرتا رہوں گا۔ میرا ضمیر خدا کے سامنے اور خود اپنے سامنے شرمندہ نہیں ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میری ذات کا فائدہ ضمنی ہے اور زیادہ فائدہ ناظرین کا ہے جن کو اپنے ذاتی حالات سے مختی بناتا ہوں اور ان میں وقت کی قدر کرنے کا جذبہ اپنی مثالوں سے پیدا کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بھی میری طرح ہر دکھ سکھ میں وقت کو ضائع نہ کریں اور لگا تار کام کرتے رہیں اور ان میں بھی مذہبی جذبات پیدا ہوں یا قائم رہیں وہ بھی سوشل اصلاح کی طرف میری طرح مائل ہوں۔''

(اخبار منادی، 16/نومبر 1943ء۔ ماخوذ از: پی ایچ ڈی مقالہ، خواجہ حسن نظامی: حیات وخدمات، از ڈاکٹر امام مرتضیٰ نقوی)

جناب عابد علی خان صاحب مرحوم، ایڈیٹر روزنامہ سیاست حیدرآباد رقم طراز ہیں کہ "منادی کے قارئین کا حلقہ بے حد وسیع تھا اس اخبار نے ایسا زبردست شور برپا کر رکھا تھا کہ امیر غریب اور عوام وخاص سب میں یکساں طور پر مقبول تھا۔ اردو صحافت اور اردو اخبارات کی تاریخ میں خواجہ حسن نظامی کے اس اخبار منادی کو جو مقام ومرتبہ حاصل تھا وہ کسی اور اخبار یا رسالہ کو حاصل نہ ہوسکا۔ اس اخبار میں خواجہ حسن نظامی کے روزنامچے اور کالم نویسی نے ہر پڑھنے والے کا دل جیت لیا تھا۔ خواجہ حسن نظامی کے روزنامچوں کو پڑھنے کے لیے قارئین شدت سے انتظار کرتے رہتے تھے۔ خواجہ حسن نظامی کا روزنامچے اردو کالم نویسی کی جہت میں ان کا ایسا کارنامہ تھا جس کی کوئی دوسری مثال اب تک پیش نہیں کی جاسکی۔ اپنے روزنامچے میں وہ اپنی ذات، تجربات، مشاہدات، اور تاثرات کے ساتھ ملکی حالات اور وقعات پر بے حد برجستہ اور دل نشیں تبصرہ کرتے تھے۔ ان کے روزنامچوں کو آج بھی پڑھنے پر نہ صرف تحریر کی لذت حاصل ہوتی ہے بلکہ اس زمانہ کا مکمل تہذیبی، سیاسی اور سماجی منظر نامہ سامنے آجاتا ہے۔''

(خواجہ حسن نظامی: شخصیت اور ادبی خدمات، مضمون نگار، عابد علی خاں۔ ص ۱۰۶)

حضرت فاروق ارگلی صاحب رقم طراز ہیں کہ "مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی علیہ الرحمہ نے رسالہ منادی کو درگاہ محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کا آرگن بنا کر اپنے معجز نگار قلم کی تابانیوں سے برصغیر کو منور کیا تھا۔ حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی نے بھی نصف صدی تک اپنے روحانی، اخلاقی، سماجی اور تہذیبی افکار کی ترویج کے لیے والد محترم کی یادگار رسالہ منادی کو آب وتاب کے ساتھ جاری رکھا۔ آپ کی تحریروں نے لاکھوں دلوں کو مسخر کیا۔ دنیائے علم وادب میں آپ کو دہلوی لب ولہجے سے آراستہ عہد حاضر کا منفرد نثر نگار تسلیم کیا گیا۔ حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی علیہ الرحمہ نے اپنے مضامین، مقالات، سفرناموں، صحافتی تحریروں، تقریروں، بیانات اور تبصروں کے وسیلے سے تصوف وروحانیت اور حق وصداقت کی ترویج واشاعت کا بھرپور کام لیا۔" (عرض مرتب، حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ علیہ: شخصیت اور کارنامے)

امید کہ قارئین اس ماہنامے کو اسی دلچسپی سے پڑھیں گے اور قدر کی نگاہ سے دیکھ کر حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے فیض سے مستفیض ہوں گے۔ اپنی قیمتی آراء سے مطلع کریں۔

فقط

خواجہ سید محمد نظامی،

مدیر اعلیٰ، ماہنامہ منادی نئی دہلی۔

©https://www.khwajahasannizamifamily.life

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الفاتحہ

اے قلم کارکل! میں اپنی تحریر کی ابتداء تیرے نام سے کرتا ہوں تو نے ہم کو قلم کے ذریعے اس وقت علم کی دولت عطاء کی جب ہم کچھ بھی نہیں جانتے تھے تیرے عطا کردہ شعور ہی کی بدولت ہم نے تجھے پہچانا اور ایمان لائے کہ ہر طرح کی تعریف اور اعلیٰ سے اعلیٰ بڑائی جو ازل سے اب تک ہوئی اور اب سے ازل تک ہونی ممکن ہے صرف تجھ ہی کو سزاوار ہے۔اور تو ہی سب طرح کی مخلوق کو پالتا ہے اور ہمیں توفیق عطا فرماتا ہیکہ تیرے سچے اور پیارے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کریں۔

اے اللہ! میرے باپ نے تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک خاص راستہ اختیار کیا اور اپنی زندگی کا بڑا حصہ نہایت سرگرمی سے اسی راستے پر چلنے میں صرف کیا۔انھوں نے تیرے رسول کا پیغام اور تعلیم اور تیرے اولیاء کے پاک طریقے کو تیرے بندوں تک پہونچانے کی کوشش کی اور ان کو ان بڑی باتوں سے روکا جو تیرے فرمانوں سے ناواقفیت کی بنا پر ان میں پیدا ہوگئی تھیں۔

اے رحمٰن! یہ تیری شان رحیمی وکریمی کا ادنے کرشمہ ہے کہ تو نے اس اچھے کام کے لئے میرے باپ کو عمر عطا کی اور اب جبکہ وہ 83/ برس کی عمر اور بیماری کی وجہ سے ان کے کام کی رفتار مدھم پڑ گئی تو مجھے یہ توفیق دی کہ میں ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کا سہارا بننے کی کوشش کروں۔

اے ازل سے ابد تک ہر دن کے مالک اور روز قیامت کے منصف جب تو ہی ہمارا خالق، تو ہی ہمارا پالنے والا اور تو ہی ہمارا مالک وآقا ہے تو تیرے سوا سب سے آنکھیں بند کر کے اور سب سے منہ موڑ کر اور سب سے دل کو ہٹا کر ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، پس تو ہی مجھ کو سیدھا راستہ دکھا کر اس پر قائم رکھ سکتا ہے، اور میرے اس رسالے منادی کو کامیاب بنا سکتا ہے۔

آنے والا ہر روز تیری ایک نئی شان ہوتی ہے، پلک جھپکتے کتنے ہی انسان گمراہ ہو گئے، بعض پر تیرا غضب نازل ہوا اور انھوں نے تیری شان قہاری و جباری کے کرشمے دیکھے اور ایسے خوش نصیب بھی تھے جو تیری نعمتوں سے مالا مال ہوئے، انہیں خوش نصیبوں کے صدقے میں میں بھی کچھ مانگتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ تو سب کچھ دیگا، کیونکہ تو نے کہا ہے "مجھ سے مانگو" میں دونگا۔اس لئے میں اپنے لئے اس رسالے کے پڑھنے والوں کے لئے اس دنیا کے حصے کی بہترین چیزیں اور آخرت کے حصے کی سب خوبیاں مانگتا ہوں۔آمین۔۔

نیا دور

منادی کے نئے دور کی ابتداء آپ نے دیکھ لی، بہت سی پرانی باتیں جن کا آج کل نبھانا مشکل تھا یا ناممکن تھا ترک کر دی گئی ہیں ان کی جگہ نئی چیزیں نظر آئیں گی، اپنی دانست میں اور اپنے محدود وسائل کے پیش نظر میں نے اس کو زیادہ سے زیادہ

© https://www.khwajasanmirami.info

مفید اور دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے، خامیاں اور ان کی اصلاح کی گنجائش ہر جگہ رہتی ہے، اس کے علاوہ اس میدان میں میں بھی بالکل نو آموز ہوں، اس لئے آپ کی تنقید کی مجھے بہت ضرورت ہے۔

منادی بزرگان دین کی تعلیم کا پرچار کرے گا، اور فتنہ و فساد پھیلانے والی سیاست سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے گا، منادی بارگاہ محبوبی رحمتہ اللہ علیہ کا نقیب ہے، اس لئے جس طرح حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین اولیاء ہر مذہب کے ماننے والوں سے محبت کیا کرتے تھے، اسی طرح منادی میں بغیر کسی تعصب کے ہر مذہب کی خوبیاں بیان کی جائیں گی، اور آپس کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی، اور موجودہ مادہ پرستی کے رجحان کو روکنے کی کوشش ہوگی۔ اس سے یہ نہ سمجھے کہ منادی میں وحدت ادیان کا فلسفہ پیش کیا جائے گا، اول تو خود مجھ میں اتنی علمیت نہیں ہے کہ فلسفہ کی باریکیوں کو سمجھ سکوں۔ اس کے علاوہ میں اس قسم کے فلسفے سے پرہیز مناسب سمجھتا ہوں جو محض تفریق اور نفاق کا باعث ہو، میرے خیال میں ایسے علم سے نا واقفیت اچھی ہے جو آدمی کو شیطان بنادے، منادی میں تو تصوف کی صحیح اور سادی تعلیم ہوگی، اور ہم صوفیوں میں جو برائیاں پیدا ہوگئی ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی، منادی کو "ناواقف اور تنگ نظر ملا" یا "جاہل پیر" نہ سمجھا جائے، مذہب اور تصوف کو ان لوگوں نے بہت بدنام کیا ہے، مذہب اور تصوف دونوں وسیع النظری کی تعلیم دیتے ہیں، اور یہ نہیں سکھاتے کہ آدمی سائنس کے اس نئے دور سے بالکل بے گانہ رہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ کہ مذہب پر عمل کیا جاتا تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی کہ انسان خود اپنے ایجاد کردہ جنگی ہتھیاروں کے وجود سے پریشان ہے ان مادہ پرست انسانوں کو آج بھی اعتدال کا صحیح راستہ اور دل کا سکون صرف مذہب کی تعلیمات پر عمل کرنے سے میسر آسکتا ہے۔

اگر آپ منادی کی اس پالیسی سے متفق ہوں اور اس کو مفید خیال کرتے ہوں تو جہاں تک ممکن ہو سکے اس کی مدد کیجئے، جن چیزوں کی اس پرچے میں کمی رہ گئی ہے ان سے مجھے باخبر کیجئے اور ایسی تجویزوں سے مطلع کیجئے جن سے اس کو بہتر بنایا جاسکے، اس کے برعکس اگر آپ بنیادی طور پر اس رسالے کو غیر مفید اور نقصان پہونچانے والا خیال کرتے ہوں تو اس کو بند کرانے کی پوری کوشش کیجیے یا کم از کم اس سے قطع تعلق کر لیجئے، کیونکہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی بری بات دیکھو تو ہاتھ اور زبان سے اس کی اصلاح کی کوشش کرو اور اگر یہ نہ کر سکو تو خود اس سے الگ رہو۔

منادی کا یہ پہلا پرچہ اپنے حضرت سلطان المشائخ کے عرس مبارک 1374ھ کے موقع پر برکت حاصل کرنے کی غرض سے شائع کر رہا ہوں اس لئے اکثر مضامین کے انتخاب میں اسی مبارک موقع کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ آئندہ پرچے میں خالص ادبی مضامین کو بھی جگہ دی جائے گی۔

(خواجہ حسن ثانی نظامی)

(ماخوذ: ماہنامہ منادی دہلی، جنوری 1955ء)

☆☆☆☆

© https://www.khwajahasannizami.me

فرمانِ مُرشد

میں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر گزار ہوں کہ اس نے میرے لڑکوں کو یہ ہمت دی کہ انھوں نے موجودہ مشکلات کے زمانے میں منادی جاری کر دیا۔

باوجود عمر زیادہ ہو جانے اور صحت کی خرابی کے میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ آئندہ اپنا روزنامچہ منادی میں شائع کرایا کروں گا، لہذا سب مریدوں اور دوستوں سے درخواست ہے کہ وہ منادی کی اشاعت میں ویسی ہی کوشش کریں جیسی کہ وہ ہمیشہ کرتے آتے ہیں۔

انقلاب کے بعد میرے ذاتی حالات میں ایک تبدیلی یہ بھی محسوس کی جارہی ہے کہ میں بھارت اور پاکستان کے تعلق والوں کے خطوط کے جواب نہیں بھیجتا، اس لئے اس کی وجہ کا ظاہر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے میری عمر اسی برس کی ہوگئی ہے، اور جسم میں خون کی کمی کی وجہ سے میری یادداشت خراب ہوگئی ہے، مگر خطوط لکھنے والے اصحاب اس کو محسوس نہیں کرتے اور یہ سمجھ کر کہ ہمارا پتہ خواجہ صاحب کو معلوم ہی ہے صرف نام لکھ دیتے ہیں، اور پتہ نہیں لکھتے، اس کے علاوہ میں بار بار اعلان کر چکا ہوں کہ مجھے خط لکھنے والے اپنے نام اور پتے انگریزی میں نہ لکھیں، مگر حالت یہ ہے کہ یا تو پتہ بالکل نہیں لکھا جاتا اور یا انگریزی میں لکھا جاتا ہے، میرے بچے انگریزی جانتے ہیں اور میں انگریزی میں پتے لکھوا سکتا ہوں لیکن اپنے پرانے اصول کا اعلان ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ آئندہ سب لوگ اپنے خطوط میں نام کے ساتھ اردو میں پورا پتہ لکھ دیا کریں۔

(حضرت خواجہ) حسن نظامی

27/نومبر1954ء،

درگاہ شریف حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ

(ماہنامہ منادی نئی دہلی، جنوری1955ء)

اللہ اسے سلامت رکھے

*جس نے اپنے رسول کی پیروی میں اپنے حاسدوں اور جانی دشمنوں کو اس وقت معاف کر دیا جب وہ طاقت ور اور بالا دست تھا۔

*جس نے سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے اپنے دشمنوں کے ساتھ اس وقت اچھا سلوک کیا اور ان کو بچایا جب وہ تباہ ہونے کے قریب تھے۔

*جس نے اپنے کمزور دشمنوں کی مدد کرتے وقت اس بات کی پروا نہیں کی کہ طاقت ور ہونے کے بعد دشمن اور زیادہ ستائیں گے بلکہ وہ ان غیر مہذب لوگوں کو آدمی بنانے کی کوشش کرتا رہا، اور ہمیشہ ان کی ہدایت کے لئے بارگاہ الٰہی میں دست بدعا رہا۔ *جس نے اپنے دشمنوں کے بچوں کو بھی اپنی اولاد کی طرح تعلیم دلوائی کہ شاید اس طرح ان کو سیدھا اور سچا راستہ نظر آسکے۔

*جس نے اپنے ہر تعلق والے کو بلا کسی تفریق کے فیض پہنچایا اور کبھی کسی کی دل آزاری نہیں کی۔ *جس نے حق بات کہنے میں کبھی کسی مصیبت کی پروا نہیں کی۔ *جس نے بزرگان دین کی تعلیم کو گھر گھر عام کیا اور اپنے قول فعل سے بزرگوں کی جانشینی کا حق صحیح طور پر ادا کیا۔

*اور جس کا ہر چھوٹے سے چھوٹا کام بھی اتنا بڑا کارنامہ تھا کہ آج اس کے مخالفین اس کام کو اپنے آبا و اجداد، اپنے چچاؤں، ماموں اور خود اپنے آپ سے منسوب کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں۔

*اور رب العزت ان حاسدوں کو بھی ہدایت دے جنکے ساتھ اللہ کے اس محبوب بندے نے ہمیشہ ایسا اچھا سلوک کیا اور جواب ہر بات میں اس کے طریقے کی نقل اس لیے نہیں کرتے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بزرگان دین کی خوشنودی حاصل کی جائے۔ اور انسانیت کا بھلا ہو۔ بلکہ ان کے پیش نظر ہر وقت دنیاوی جاہ وعزت اور دولت کا فتنہ رہتا ہے۔۔

(حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی کی اپنے والد محترم و پیر و مرشد حضرت خواجہ حسن نظامی کے لئے دعا۔)

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی دہلی، ماہ جنوری1955ء)

© https://www.khwajahasannizami.in

محمدؐ پیارا

از: سردار گوردت سنگھ دارا، بیرسٹرایٹ لا

اے رسول عربی! تو ہند کی طرف دیکھ اور ہندیوں کی چارہ سازی کر۔

اے احمدؐ تیرے عشق نے ایک ہندی کے دل پر زخم کاری لگائے ہیں تو آ اور دلنوازی کر، چودہ صدیاں شاہد ہیں کہ کوئی یوسف تیرے پائے کا کسی مصر میں کبھی عزیز نہ بنا، کسی کی گرم بازاری ہی نے یہ رونق پکڑی جو حسن حقیقت نے تجھے عطا کی، پھر کون ہو جو تیرا شہرہ خوبی اپنے گوش ہوش سے سنے اور تیری کشش حسن سے بچ نکلے۔

نہ تنہا عشق از دیدارہ خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

اے پریتم پیارے! میرے یہ بھاگ تو کہاں کہ میں نے تیرے درشن کئے ہوتے پر تو ہی نے کوئی ایسا جھروکہ بتایا ہوتا کہ جہاں سے تیرا نظارہ نظر پڑتا، مگر یہ کہاں! میری شومی بخت

گفتار کہ چو کشیتم بزاری
زاں پس رہ مرحمت نداری
بر دل رقم وفا نگاری
تو خود سر وصل ماںداری
من عادت بخت خویش دانم

یا محمد! سنتے ہیں، جس بشر نے تجھے نظر دل سے دیکھا، اس کا دل تیری ہی نذر ہو رہا، جس آنکھ نے تجھے ایک دفعہ نگاہ شوق سے تاکا، پھر وہ مشتاق نگہ غیر نہ رہی، کہتے ہیں تیری چھب بڑی موہنی تھی اور تیرا روپ انوپ تھا، تیری آنکھ جادو تھی اور تیرا کلام معجزہ تھا اے دلدار عرب! سنتے ہیں تیری پریت کی جوت جس من میں جگی پھر وہ بجھائے بجھی، اے تاجدار عرب! کہتے ہیں۔

غلام نرگس مست تو تاجدار آنند
خراب بادہ لعل تو ہوشیار آنند

پھر اے خسرو خوبی کرنا ایک نظر ادھر بھی، بھلا دیکھ تو! تیرے در پر کھڑا دست سوال دراز کئے ہے،

دے نام عشق کچھ زکواۃ حسن اسے بھی، مانا کہ تیرا مداح خود کبریا ہے، مانا کہ تو حبیب خدا ہے مگر۔۔

یہ تو میں کیونکر کہوں تیرے خریداروں میں ہوں
تو سراپا ناز ہے میں ناز برداروں میں ہوں

اے نازنین! جو تیری نازہ برداری بھی نصیب نہ ہو تو نام مولا اتنا تو کر، ذرا پل بھر آ، اور اتنا تو بتا جا، تجھے یار و اغیار میں فرق کیوں، تجھے دوست دشمن میں امتیاز کب سے، تجھے نیک و بد میں تفریق کس لئے،

اے مایہ ناز! جو یہ نہیں تو ہم سے بے رخی کیوں؟ پھر ہم سے حجاب کیسا، آ

بے حجابانہ در آ از در کاشانہ ما
کہ کسے نیست بجز درد تو در خانہ ما

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی دہلی، جنوری 1955ء)

© https://www.khwajaheshanmi.com

مدینے کے ساقی

از : ڈاکٹر محمد قمرالدین، (ہلالی شاہ نظامی)

پلا جام وحدت مدینے کے ساقی
دکھا اپنی صورت مدینے کے ساقی

نظامی کے ہاتھوں سے بھر کر پلا دے
شراب محبت مدینے کے ساقی

مدینے کو میں سر کے بل جلد پہنچوں
ہے یہ عزم و ہمت مدینے کے ساقی

ترے زائروں کی میں خدمت کرونگا
مگر ہو بھی قسمت مدینے کے ساقی

میں طیبہ کی گلیوں کو پلکوں سے جھاڑوں
یہ ہے شوق خدمت مدینے کے ساقی

تیرے روضہ پاک کا سبز گنبد
سراپا ہے رحمت مدینے کے ساقی

سناؤں گا رو رو کے افسانہ ہجر
تجھے ماہ طلعت مدینے کے ساقی

بلا لے دکن سے عرب میں قمر کو
نکل جائے حسرت مدینے کے ساقی

فوائد الفواد

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کے منتخب ملفوظات

از: صاحب الفضل حضرت حسن علا سجزی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تلخیص: خواجہ حسن ثانی نظامی

تائب متقی کے برابر ھے :

ارشاہوا کہ تائب متقی کے برابر ہے. کیونکہ متقی تو وہ ہوتا ہے کہ مثلا اس نے ساری عمر کبھی شراب نہ پی ہو یا اور کوئی گناہ اس سے نہ ہوا ہو۔ اور تائب وہ ہوتا ہے کہ گناہ کیا اور پھر توبہ کر لی۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ دونوں اس حدیث شریف کے مطابق برابر ہیں کہ "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں) یہ تشریح بھی اسی ضمن میں فرمائی کہ جس نے گناہ کیا اور گناہ سے خوب ذوق پایا جب (وہ) توبہ کرتا ہے اور طاعت کرتا ہے تو اس طاعت سے بھی خوب ذوق پاتا ہے۔ اور (عین) ممکن ہے اس راحت کا ایک ذرہ جو اسے طاعت میں حاصل ہوتی ہے۔ وہ ذرہ گناہوں کے کھلیان کے کھلیان جلا ڈالے!

زندگی کی شھرت اور بعد کی شھرت :

حکایت بیان فرمائی کہ حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا مشائخ میں بعض انتقال کر جاتے ہیں اور ان کے انتقال کے بعد کوئی ان کا نام بھی نہیں لیتا اور بعض جب انتقال کر جاتے ہیں (تو) ان کا نام اور شہرت دنیا کے کونے کونے میں پہنچ جاتے ہیں۔ احوال کا یہ فرق کیسے ہوتا ہے؟ جواب دیا کہ جو زندگی میں اپنے اشتہار کی کوشش کرتے ہیں وفات کے بعد ان کا نام اور شہرت مٹ جاتے ہیں۔ اور جو زندگی میں خود کو پوشیدہ رکھتے ہیں وفات کے بعد ان کا نام اور شہرت سارے جہاں میں پہنچ جاتے ہیں۔

© https://www.khwajahasannizami.life

قرآن کے فرمان

مرتبہ : روشن دل محمد حسین نظامی

قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ لا وَیَسِّرۡلِیۡۤ اَمۡرِیۡ لا وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِیۡ لا یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ ص وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَهۡلِیۡ لا هٰرُوۡنَ اَخِیۡ لا اشۡدُدۡبِهٖۤ اَزۡرِیۡ لا وَاَشۡرِكۡهُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ لا كَیۡ نُسَبِّحَكَ كَثِیۡرًا لا وَّنَذۡكُرَكَ كَثِیۡرًا ط (پ١٦ ا رکوع ١١)

(موسیٰؑ نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار کھول دے میرے لئے میرا سینہ اور آسان کر میرے لئے میرا کام اور کھول دے گرہ میری زبان سے کہ وہ سمجھیں میری بات اور بنا دے میرے لئے وزیر میرے گھر والوں سے میرے بھائی ہارون کو۔ مضبوط کر اس سے میری کمر اور شریک کر اس کو میرے کام میں تا کہ ہم تیری تسبیح کریں کثرت سے۔

© https://www.khwajahasannizami.in

تاثرات

دعوت ذوالعشیر کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مدد کے لئے پکارا تو سب سے پہلے حضرت علیؓ نے اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ اس دعوت میں حمزہؓ، ابوطالبؓ، عباسؓ سب شریک تھے۔ حضرت علیؓ اس وقت نوعمر تھے۔ اس لئے سب حاضرین ہنسنے لگے۔ مگر آگے چل کر زمانے نے بتا دیا کہ یہ سراپا سچ تھا۔ پھر ہجرت کے بعد مواخاۃ کے موقعے پر جب لوگ آپس میں بھائی بھائی ہے اور حضرت ابوبکرؓ کو خارجہ بن زید انصاریؓ اور حضرت عمرؓ کو عتبان بن مالک انصاریؓ اور حضرت عثمانؓ کو اوس بن ثابت انصاریؓ کا بھائی بنایا گیا اور اسی طرح دوسرے سینکڑوں اشخاص کی طبیعت اور فطرت کا اندازہ کر کے اور اتحاد مذاق کو ملحوظ رکھ کر ایک دوسرے کا بھائی بنایا گیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنا بھائی کہہ کر نوازا پھر جب آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک کی مہم پر تشریف لے گئے تو حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام بنا گئے اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ:

''تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ کے ساتھ تھی۔''

(یہاں یہ فرمان بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ الّا نبی بعدی۔ ''جان لو کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔'')

من کُنت مولاہ فعلیؑ مولاہ ''جس کا میں مولا ہوں۔ اس کے علی مولا ہیں''۔

دیدار یار

از : حضرت امیر خورد کرمانی علیہ الرحمہ

حضرت سلطان المشائخ (خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہیؒ) کی ذات مبارک ان کے دریا جیسے دل کے تابع تھے اور حق پذیر دل ان کی پاک روح کے تابع تھا۔ ان کی پاک روح اپنے کمال کی وجہ سے قلب کو جذب کر لیتی تھی اور قلب روح کے ساتھ متحدہ ہوکر قالب کو جذب کر لیتا تھا۔ پس اس طرح حضرت سلطان المشائخ کی ذات مبارک سراپا روح تھی۔ امیر خسروؒ نے کیا خوب کہا ہے:۔

وجود خواجہؒ نہ از آب و گل گشتہ مرتب
کہ جان خضرؑ و مسیحاؑ بہم شدہ است مرکب!

خواجہؒ کا (مقدس) وجود آب وگل (پانی اور مٹی) سے نہیں بنا ہے۔ اس کے لئے تو خضرؑ و مسیحاؑ کی ارواح (پاک) کو مرکب کیا گیا ہے!

پس (موتو قبل ان تموتو!) مرنے سے پہلے مرجاؤ کے حکم کی بنا پر حضرت سلطان المشائخ زندگی ہی میں وفات پائے ہوؤں کی طرح تھے اور سرتا پا روحانی تھے۔ وہ ذات جو مجسم روح ہو ہر آنکھ کے لئے لائق تماشا نہیں ہوتی۔ صرف چشم معرفت دریچۂ جاں سے اسے دیکھ سکتی ہے۔ خواجہ سنائیؒ کہتے ہیں۔

از دردل بمنظر جاں آ
بتما شائے باغ جاناں آ

دل کے دروازے سے جان کے منظر تک آ اور باغ جاناں کی سیر کر!

بزرگان دین میں سے ایک بزرگ سے سوال کیا گیا کہ تم چاہتے ہو کہ دوست کو دیکھو؟ انہوں نے جواب دیا نہیں! لوگوں نے پوچھا کیوں؟ بولے۔۔

انزہ ذاک الجمال عن نظر مثلی
انّی لا حسد ناظرین علیک

میں تو اس جمال کو اپنی جیسی نظر رکھنے والوں سے پاک رکھتا ہوں۔ تیری طرف دیکھنے والے مجھے ناپسند ہیں۔

حتی اغض اذا نظرت الیک
واراک یخطر شمائلک التی
فی فتنی فاغار منک علیک

یہاں تک کہ خود بھی تیری طرف دیکھتے وقت آنکھ بند کر لیتا ہوں اور تیرے دل میں گذرنے والے خطرے جن میں میرے لئے امتحان ہوتا ہے مجھے نظر آجاتے ہیں۔ اور مارے غیرت کے تجھے یوں بھی نہیں دیکھ سکتا۔

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajahasannizami.in

انتخاب فوائد الفواد

ملفوظات سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہیؒ

از : صاحب الفضل حضرت حسن علا سنجریؒ

انتخاب وترجمہ : حسن ثانی نظامی دہلوی

محبت کی کسوٹی متابعت ہے:

بندے (حسن علا سنجریؒ) کے دل میں ایک حدیث (شریف) تھی۔ مخدوم کے سامنے اس کو دہرایا کہ من احب العلم والعلماء دلم یکتت خطیۃٔ (جو علم سے اور علماء سے محبت رکھتا ہے اس کے گناہ لکھے نہیں جاتے) پھر عرض کیا کہ اس حدیث (شریف) سے امید لگا رکھی ہے کہ علم اور علما کی محبت کے سبب میرے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔ فرمایا کہ صدقِ محبت متابعت ہے۔ جب کوئی شخص ان کا محبّ ہوگا تو ان کی متابعت (اور پیروی) بھی کریگا۔ اور نامناسب باتوں سے دور رہے۔ اور جب ایسا ہوگا تو اس کے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ جب تک محبتِ حق دل کے غلاف میں ہوتی ہیں۔ گناہ (اور معصیت) کا امکان رہتا ہے۔ لیکن جب وہ دل کے اندر آجاتی ہے تو پھر گناہ کا امکان نہیں رہتا۔

اس موقعے پر (یہ بھی) فرمایا کہ توبہ اور خدا کی طرف رجوع جوانی کے زمانہ میں ہونا چاہئے۔ بڑھاپے میں تائب نہیں ہوں گے تو اور کیا کریں گے! پھر یہ دو شعر زبان مبارک پر آئے۔

چوں پیر شدی و بر سرانجام آئی
آئی سر حرف خویش ناکام آئی
سازی حق را زتیرہ رائی
معشوقہ خود دربی نوائی

(جب بوڑھے ہوئے اور انجام کے قریب پہنچے تو ناکام ہوکر اپنے کنارے لگے۔ جب پلّے کچھ رہا نہیں تو اندھی عقل نے یہ سُجھایا کہ حق (تعالیٰ) کو محبوب بنالو!

اس کے بعد فرمایا کہ حق تعالیٰ اپنے بندے سے اس کی جوانی کے بارے میں پوچھے گا یَسئَالُ الْمَرُ مِنْ شَبَا بہٖ۔ آدمی سے اس کے شباب کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajahasannizami.in

جنت میں ہندو

از : چودھری دلورام صاحب کوثری

رحمت اللعالمین کے حشر میں معنی کھلے
خلق ساری شافع روز جزا کے ساتھ ہے
لے کے دلورام کو حضرتؐ گئے جنت میں جب
غل ہوا ہندو بھی محبوب خداؐ کیساتھ ہے

مسلکی اختلاف

از : حضرت اکبر الہ آبادی

رہنما باطن کا ہو کوئی خضر یہ خوب ہے
اس خضر پر سب سے لڑنا یہ مگر معیوب ہے
اپنے اپنے خضر سے ہر ایک رکھے دل کو شاد
نام ہے اللہ واحد کا برائے اتحاد

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ کے مزار مقدس پر ایک دردمند دل کی عرض

علامہ اقبال مرحوم

''شاعری دکھانی مقصود نہیں ہے۔ چند نالہ موزوں بے اختیار لب پر آ گئے ہیں۔ حضرت خواجہ حسن نظامی نے ازراہ کرم وعدہ فرمایا ہے کہ یہ اشعار جانب محبوب الٰہی کے مزار مقدس پر بلند آواز سے پڑھ دیئے جائیں گے۔۔۔۔افسردہ دل۔اقبال''

ذیل کی نظم نومبر ۱۹۲۱ء کے رسلہ ''پیر بھائی'' دہلی میں شائع ہوئی تھی اور علامہ اقبال کے مندرجہ بالا نوٹ کے ساتھ حضرت خواجہ صاحب نے بھی اس پر یہ نوٹ لکھا تھا:

''یہ نظم آج سے سولہ سترہ برس پہلے ایک خانگی مراد کے لئے جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب بیرسٹر پی۔ایچ۔ڈی۔مصنف اسرار خودی وغیرہ نے لکھی تھی۔جس کی برکت سے خدا نے ان کی مراد پوری کی۔اس لئے اس کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔تاکہ تمام پیر بھائی بے قراری دل کے وقت اس کو پڑھا کریں۔خدا تعالیٰ مراد پوری کریگا۔حسن نظامی''

اس نظم کو لوگ عام طور پر بھول چکے ہیں۔اس لئے اس کی دوبارہ اشاعت حضرت محبوب الٰہی کے عقیدت مندوں اور اقبال کے قدردانوں کے لئے بہت مفید اور دلچسپ ثابت ہوگی۔

جس وقت اقبال نے یہ شعر کہا تھا:

ایک نظر میں خسرو ملک سخن خسروؒ ہوا
میں کہیں خالی نہ پھر جاؤں تری سرکار سے

اس وقت اقبال اقبال نہیں بنے تھے لیکن محبوب الٰہی کی توجہ اور کرم سے اُن کی التجا قبول ہوئی اور ان کو اقلیم سخن کی خسروی کے ساتھ اور بھی بہت سی نعمتیں عطاء ہوئیں جیسا کہ حضرتؒ کی نظر عنایت سے امیر خسرو کو سات سو سال پہلے عطاء کی گئی تھیں۔امیر خسرو کی بابت حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا تھا

خسرو کہ بہ نظم ونثر مثلش کم خواست
ملکیت ملک سخن آں خسروراست
آں خسرو ماست ناصر خسرو نیست
کہ خدا ناصر خسرو ماست

محبوب الٰہی نے خسرو کو خسرو ملک سخن بنانے کے ساتھ اپنا بھی بنایا تھا اور اس طرح خسروؒ کو نصرت خداوندی حاصل ہوئی تھی۔اقبال پر توجہ ہوئی تو وہ بھی محض سخن طراز اقبال نہ رہے۔بلکہ افضل ایزدی سے وہ اقبال بنے جن سے ہم آپ واقف ہیں۔(مدیر)

(۱)

کیوں نہ ہوں ارماں مرے دل میں کلیم اللہ کے
طور درآغوش ہیں ذرّے تری درگاہ کے
میں تری درگاہ کی جانب جونکلا۔ لے اُڑا
آسماں تارے بنا کر میری گردراہ کے
ہے زیارت کی تمنا المدداے سوز عشق
پھول لادے مجھ کو گلزارِ خلیل اللہ کے
شان محبوبی ہوئی ہے پردہ دارشان عشق
ہائے !کیا رُتبے ہیں اس سرکارِ عالی جاہ کے
ترجو تیرے آستانے کی تمنّا میں ہوئی
اشک موتی بن گئے چشم تما شا خواہ کے
رنگ اس درگہ کے ہر ذرہ میں ہے توحید کا
طائران بام بھی طائر ہیں بسم اللہ کے

© https://www.khwajahasannizami.life

چُھپکے ہے بیٹھا ہوا اثبات نفی غیر میں
لَا کے دریا میں نہاں موتی ہیں اِلَّا اللہ کے

سنگِ اسود تھا مگر سنگ فسان تیغ عشق
زخم میرے کیا ہیں دروازے ہیں بیت اللہ کے

کس قدر سرسبز ہے صحرا محبت کا تری
اشک کی نہریں ہیں اور سائے ہیں نخلِ آہ کے

عشق اس کو بھی تری درگاہ کی رفعت سے ہے
آہ یہ انجم نہیں آنسو ہیں چشم ماہ کے

تیری ناخن نے جو کھولی میم احمدؐ کی گرہ
کُھل گئے عقیدے جہاں میں ہر خدا آگاہ کے

میرے جیسے بے نواؤں کا بھلا مذکور کیا
قیصر و فغفور درباں ہیں تری درگاہ کے

محو اظہار تمنائے دل ناکام ہوں
لاج رکھ لینا کہ میں اقبالؒ کا ہمنام ہوں

نوٹ: خواجہ محمد اقبال حضرت محبوب الٰہیؒ کے خادم خاص تھے۔ جن پر حضرت کی بڑی نظر عنایت تھی۔

(۲)

سہمی پھرتی ہے شفا میرے دلِ بیمار سے
اے مسیحادم بچالے مجھ کو اس آزار سے

اے ضیائے چشم عرفاں اے چراغ راہ عشق
تنگ آیا ہوں جفائے چرخ ناہنجار سے

سینۂ پاک علیؓ جن کا امانت دار تھا
اے شہ ذیجاہ تو واقف ہے ان اسرار سے

ہند کا داتا ہے تو تیرا بڑا دربار ہے
کچھ ملے مجھ کو بھی اس دربار گوہر بار سے

اک نظر میں خسروِ ملک سخن خسرو ہوا
میں کہیں خالی نہ پھر جاؤں تری سرکار سے

تاک میں بیٹھی ہے بجلی میرے حاصل کے لئے
بَیرُ ہے باد بہاری کو مرے گلزار سے

آج کل اصغر جو تھے اکبر ہیں اور مولا غلام
ہیں مجھے شکوے ہزاروں چرخ کجرفتار سے

کیا کروں اوروں کا شکوہ اے امیر ملک فقر
دشمنی میں بڑھ گئے اہل وطن اغیار سے

کہہ رہے ہیں دیکھ کر مجھ کو قفس میں شاد شاد
اُڑ نہ جائے یہ کہیں پر کھول کر منقار سے

گریۂ شبنم پہ گل ہنستے ہیں کیا بے درد ہیں
وہ جو تھی بُوئے محبت اُڑ گئی گلزار سے

گھات میں صیّاد۔ مائل آشیاں سوزی پہ برق
باغ بھی بگڑا ہوا ہے عندلیب راز سے

کہہ دیا تنگ آکے اتنا بھی کہ میں مجبور تھا
خامشی ممکن نہیں خوکردۂ گفتار سے

ہاں قسم دیتا ہوں میں مدفون یثرب کی تجھے
کر دعا حق سے کہ میں چھُٹ جاؤں اس آزار سے

سخت ہے میری مصیبت سخت گھبرایا ہوں میں
بن کے فریادی تری سرکار میں آیا ہوں میں

(۳)

کیمیا سے بھی فزوں ہے تیری خاک در مجھے
ہاں عطا کردے مرے مقصود کا گوہر مجھے

تو ہے محبوب الٰہی کر دعا میرے لئے
یہ مصیبت ہے مثال فتنۂ محشر مجھے

© https://www.khwajahasannizami.life

اس مصیبت میں اگر تو نے خبر میری نہ لی
غرق کرڈالے گی آخر کو یہ چشمِ تر مجھے
ہوا گر یوسف مرازحمت کشِ چاہ الم
چین آئے مصر آزادی میں پھر کیونکر مجھے
آپ یہ وقفِ طپش ہم صورت سیماب ہے
کیا تسلی دے بھلا میرا دلِ مضطر مجھے
کیا کہوں میں قصۂ ہمدردیٔ اہل وطن
تیر کوئی بھیجتا ہے اور کوئی نشتر مجھے
یہ خوشی پھیلی مرے غم سے کہ شادی مرگ ہیں
زندگانی ہوگئی ہے موت سے بدتر مجھے
اس بڑی سرکار کے قابل مری فریاد ہے
چل حضوری میں شہ یثرب کی تولیکر مجھے
میرا کیا منہ ہے کہ اس سرکار میں جاؤں مگر
تیرے جیسا مل گیا تقدیر سے رہبر مجھے
واسطہ دوں گا اگر لخت دل زہراؑ کا میں
غم میں کیونکر چھوڑدینگے شافع محشر مجھے
رونے والا ہوں شہیدِ کربلا کے غم میں میں
کیا دُرِ مقصدِ نہ دینگے ساقیٔ کوثر مجھے
ہوں مرید خاندان خفتۂ خاک نجف
موج دریا آپ لے جائیگی ساحل پر مجھے
دل میں ہے مجھ بےعمل کے داغ عشق اہل بیت
ڈھونڈ تا پھرتا ہے ظلِّ ادمن حیدرؓ مجھے
جاہی پہنچے گی صدا پنجاب سے دہلی تلک
کردیا ہے گرچہ اس غم نے بہت لاغر مجھے
آہ! تیرے سامنے آنے کے نا قابل ہوں میں
منھ چُھپا کر مانگتا ہوں تجھ سے وہ سائل ہوں میں

قلمی چہرے

'قلمی چہرے' حضرت خواجہ حسن نظامی کا ایک مقبول کالم تھا جو بڑی پابندی سے منادی میں شائع ہوتا تھا۔اس کالم کے تحت خواجہ صاحب نے اپنے ہمعصر ادیب وشاعر، سیاسی لیڈران، سماجی کارکنان، مذہبی رہنما، تعلیمی مفکر غرض کوئی ایسا ابھرا ہوا نام یا مقام نہ تھا جو ان کے سامنے آیا۔ یا جس تک وہ پہنچ سکے یا جو ان سے خود آکر ملا اسے انھوں نے قلمی چہرے کے کالم میں محفوظ کردیا۔اس طرح قلمی چہرے کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

یوں تو اردو ادب میں خاکہ نگاری کی روایت بہت پرانی ہے لیکن اس کالم نے اس روایت کو آگے بڑھانے کے ساتھ اسے نئے مباحث سے روشناس کرایا۔اور ایک نیا رخ دینے کی کوشش کی۔دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ ادبی خاکے کالم نویسی کے اصولوں پر بھی پورے اترتے ہیں۔شاید یہی وجہ ہے کہ ان قلمی چہروں کو عام طور پر پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد کو زمانہ کسی بھی نظر سے دیکھے لیکن حضرت خواجہ حسن نظامی انھیں آزاد خیال تصور کرتے ہیں۔ان کے قلمی چہرے میں مولانا آزاد کا یہ پہلو بہت ابھرا ہوا ہے۔انھوں نے آزاد کے بارے میں یہ تاثر بھی دیا ہے کہ وہ بے پناہ قابل ہونے کے باوجود خود کوئی کام جلدی نہیں کرتے۔

''ان کو ہندوستان کا بادشاہ بنادیا جائے تو ایک دن کم بارہ مہینے سوتے رہیں صرف ایک دن بیدار ہوکر کام کریں کیونکہ یہ کسی کام کو جلدی کرنے کے عادی نہیں ہیں۔یہ عمدہ خیال اور عمدہ تجویزیں پیدا کر سکتے ہیں۔تاکہ دوسرے اس پر عمل کریں۔''

(ماخوذ از ماہنامہ منادی نئی دہلی جلد 71 شمارہ 11)

© https://www.khwajahasannizamilife

حضرت محبوب الٰہیؒ

از : حسن ثانی نظامیؒ

(مندرجہ ذیل مضمون کا اقتباس حضرت محبوب الٰہی کے عرس پر منادی کے ضمیمے کی شکل میں تقسیم کیا گیا تھا۔ بعض اشارے اس میں ایسے ہیں جن سے سمجھ دار اور تعلم یافتہ لوگ کما حقہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں لیکن مجھے اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ عوام میں ان سے کوئی غلط فہمی پھیلے تاہم یہ ایک تجربہ تھا کہ آیا لوگوں میں صحیح بات کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوئی ہے یا نہیں۔ اس لئے میں نے مذکورہ بالا اندیشے کے باوجود اس مضمون کو شائع کر دیا اور خدا کا شکر ہے کہ میری توقع سے زیادہ لوگوں نے اسے سمجھا اور پسند کیا۔ دہلی کے مشہور روزنامہ ''نئی دنیا'' اور ویکلی دور جدید نے اپنے نوٹ کے ساتھ اسے نقل بھی کیا امید ہے کہ منادی کے ناظرین بھی اس کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع کریں گے۔ اللہ مجھے توفیق دے کہ محبوب الٰہیؒ کی جو تصویر میں نے دیکھی ہے اسے دیکھتا ہی رہوں اور جہاں تک ممکن ہو آپ کو بھی دکھاتا رہوں۔

(حسن ثانی نظامی)

حضرت محبوب الٰہیؒ کے حالات میں دوسرے اولیاء کے مقابلے میں جو بات نمایاں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ کرامتوں کا تذکرہ نہ ہونے کے برابر ہے ہمیں مستند تاریخوں میں اس قسم کے واقعات کی بھرمار نظر نہیں آتی۔

''حضرت مادر زاد ولی تھے۔ شیر خواری کے زمانے میں رمضان آتا تو سحری سے افطار تک دودھ نہ پیتے مکتب میں استاد بے ادبی سے پیش آتے تو انہیں غیب سے سزا ملتی۔۔۔ وغیرہ''

بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ محبوب الٰہیؒ کا گھر ایک آدمی کا گھر ہے اور وہ بھی ایک ایسے ہی بچے ہیں۔ جیسے اس زمین پر اور بہت سے انسانوں کے بچے چلتے پھرتے ہیں البتہ ان کے گھر والوں کی نیکی اور گھر کا پاکیزہ ماحول اور خود ان کی ذاتی شرافت کردار کی تعمیر اس طرح کرتے نظر آتے ہیں جیسے ابر نیساں کی بوند موتی میں ڈھل رہی ہو۔

سیر الاولیاء جیسی مستند کتاب میں یہ ذکر ملتا ہے کہ ہوش سنبھالنے کے بعد بالکل آدمی کی طرح اور فطرت کے تقاضے کے مطابق حضرت انسانی حسن سے متاثر ہوئے اور ایسے متاثر ہوئے کہ اس تاثر نے عشق اور جنون کی شکل اختیار کر لی لیکن ان کے پاکیزہ ماحول اور شرافت نے ان کو ایک لمحہ کیلئے بھی نفسانیت میں آلودہ نہ ہونے دیا اور ان کی محبت اور الفت کا یہ جذبہ جلد ہی انسان دوستی اور خدا ترسی کی طرف منتقل ہو گیا انہوں نے حضرت بابا فرید الدین مسعودؒ گنج شکر سے بیعت کر لی۔ اور نوجوانی ہی میں انہیں خلافت کا منصب بھی مل گیا اور پھر:

دہلی میں بیٹھ کر ''ہوا میں اُڑے بغیر شیر پر سواری اور سانپ کا کوڑا بنائے بغیر'' انہوں نے انسانیت کی ایسی زبردست

© https://www.khwajahasannizami.in

خدمت کی کہ دنیا ان کی بندۂ بے دام بن گئی۔ اور باگارہ الٰہیؒ کے وہ محبوب ہوگئے۔

حضرت ان لوگوں میں نہیں تھے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ چالیس چالیس برس بغیر کھائے پیئے گذار دیتے ہیں۔ ایک ٹانگ پر برسہا برس کھڑے رہتے ہیں۔ شہر اور آبادی چھوڑ کر جنگل اور غار آباد کرتے ہیں۔

غرض یہ کہ ''چھومنتر'' کی دنیا سے ان کا واسطہ نہیں تھا ان کی خدمت میں آکر ہمیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ کسی تماشا گاہ میں آگئے اور کسی بازی گر کا سامنا ہے ہماری آپ کی طرح کا کھانے پینے والا اور رہنے بسنے والا آدمی نظر آتا ہے۔ اس کے ہاں روحانیت کی خشکی اور کرختگی نہیں ہے اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں اور لبوں پر تبسم۔ جب تک کوئی بھوکا رہتا ہے۔ اس کے حلق سے نوالہ نہیں اترتا۔ وہ لوگوں کو عمدہ سے عمدہ کھانے کھلاتا ہے مگر خود موٹا موٹا کھاتا اور پہنتا ہے۔

اس دنیا میں آدمی کی بہت سی ضرورتیں ہیں۔ اسے روٹی کپڑا چاہئے، مکان چاہئے اور تعلیم چاہئے جس کے ذریعے وہ مہذب زندگی گذار سکے اور ترقی کر سکے۔ یہ چیزیں معاشیات اور سائنس سے تعلق رکھتی ہیں لیکن کامیاب انسان بننے کے لئے محض معاشیات اور سائنس کی تعلیم سے کام نہیں چلتا ضرورت ایسی تعلیم کی بھی ہوتی ہے جو یہ سکھائے کہ آدمی کو اپنے دوسرے ہم جنسوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے ساتھ ساتھ رہنے (Co-Existance) کے لئے تو سب مجبور ہیں۔ چاہے اسے پسند کریں یا نہ کریں کیوں کہ ایک کمزور کو دوسرا طاقتور راستے سے صاف کر دیگا تو تیسرا اس سے بھی طاقتور ایک موجود ہے لیکن انسانیت کا تقاضہ یہ ہے کہ ''(Co-Existance)'' میں مجبوری کا پہلو نہ ہو جب کہ آج کل روس اور امریکہ چین اور ہندوستان اور ہندوستان و پاکستان کے درمیان ہے کہ جیو اور جینے دو کے نعرے لگاتے ہیں مگر بس نہیں چلتا کہ ایک دوسرے کا کچا کھا جائیں۔ یہ چیز انسانیت اور ترقی کے راستے میں بڑی روکاوٹ ہے۔ اس لئے ضرورت بھائی چارے اور محبت کی تعلیم کی ہے۔

مگر کام محض جذباتی محبت سے بھی نہیں چلا محبت کے ریزولیوشن سے جنگ رک سکتی تو کیا کہنے تھے۔ اس کے علاوہ یہ دنیا مقابلے اور جدوجہد کی دنیا ہے۔ مقابلے اور جدوجہد میں کوئی برائی بھی نہیں ہے لیکن اس میں ایک طرف تو امیدوں اور مایوسیوں کا سامنا ہوتا ہے اور دوسری طرف کامیابی کے حصول کے لئے آدمی ہر طریقہ کار کو استعمال کرنا چاہتا ہے جن میں بعض طریقے خود اس کی ذات اور اس کے انسان بھائیوں کے لئے مفید ہوتے اور بعض سخت مضر اور تباہ کن مقابلے اور جدوجہد کے یہی عوام آدمی کو خودغرض حاسد اور جنگجو بنا دیتے ہیں اور جو لوگ عقل جذبات محبت رکھتے ہیں وہ مقابلے میں ہار کر زندگی ہی سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ انسانیت کو نقصان پہنچانے والے طریقوں کو اپنایا جائے تو شروع شروع میں بڑی کامیابی ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کا نتیجہ آخر کو برا ہی نکلتا ہے۔

لہٰذا نہ صرف معاشیات اور سائنس کی تعلیم سے کام چلتا ہے اور نہ عارضی جذبات محبت کام دیتی ہے ضرورت ایسی تعلیم کی ہوتی ہے جو ایک طرف اس مقابلے اور جدوجہد کی دنیا کے باسی

© https://www.khwajarideenmission.info

انسان کو یہ بتائے کہ Fair Play اور فلاح و بہبود کے طریقے کیا ہیں۔ کیا چیز جائز ہے اور کیا ناجائز اور دوسری طرف مایوسی میں امید دلا سکے اور زندگی کے ولولے کو ختم نہ ہونے دے کیوں کہ جیسا کہ میں نے عرض کیا غلط طریقۂ کار سے شروع شروع میں بڑی کامیابی ہوتی ہے اور جذباتی طور پر نیک آدمی ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔

خالص معاشی اور سائنسی تعلیم کے ردّعمل سے جو بُرے اثرات سوسائٹی پر پڑتے ہیں۔ انہیں دور کرنے کیلئے لوگوں نے دنیا چھوڑنے اور سنیاس لینے کی تعلیم دی لیکن ہر فرد کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ سنیاس لے لے۔ کیوں کہ اس طرح تو ساری ترقی رک جائے گی اور دنیا کا کارخانہ ٹھپ ہو جائے گا۔ اس کا علاج حضرت محبوب الٰہیؒ کے ہاں اور رنگ میں نظر آتا ہے۔

ان کی رونے والی آنکھ اور ہنسنے والے ہونٹوں کے مقناطیس کی زد میں جو کوئی پہنچا۔ اس میں سب سے پہلے تو خداپرستی اور انسان دوستی کا احساس پیدا ہوا۔ خدا پر بھروسہ اور نیکی کا احساس آدمی کو ہر مایوسی کے وقت سہارا دیتا ہے اور اسے زندگی کے معرکے میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ترک دنیا کے صحیح مفہوم سے لوگوں کو آشنا کیا یعنی حضرت محبوب الٰہیؒ نے معاشیات اور سائنسی تعلیم و ترقی کو یکسر رد نہیں کیا بلکہ اس کی تاکید کی کہ اس تعلیم کے بغیر انسانیت کا کوئی کام کما حقہ نہیں ہوسکتا۔ البتہ اس تعلیم اور اس کے مقاصد میں ایسے اثرات داخل کئے جن سے اس کی برائیاں دور ہو جائیں۔

محبوب الٰہی کی خانقاہ میں نہ کوئی اونچا منبر تھا جس پر چڑھ کر وہ تقریر کرتے نہ کوئی لاؤڈ اسپیکر جوان کی تقریر کا غل مچاتا۔ وہاں تو پرسوز دل اور نرم گفتگو تھی لوگوں نے دیکھا کہ وہ بالکل بے غرض ہیں۔ ایثار پیشہ ہیں۔ اپنی ذات کا کم سے کم اور دوسروں کا زیادہ سے زیادہ خیال کرتے ہیں ان کے خلوص، ریاضت اور مجاہدات نے ان کی شخصیت کو ایسا نورانی بنا دیا تھا کہ بندے تو بندے خود خدا تک کو ان پر پیار آ گیا اور زبان خلق سے ان کے محبوب الٰہیؒ ہونے کا اعلان ہونے لگا۔

اور پھر یہ ہوا کہ کوئی شخص انکے پاس آتا اور کہتا کہ میرا فلاں عزیز بیمار ہے۔ دعا کیجئے تو ان کی انسان دوستی ایسی تھی کہ وہ اس کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھ کر بے قرار ہو جاتے اور دعا کیلئے ہاتھ اُٹھتے تو آنسوؤں سے لبریز رہنے والی آنکھ بھی چھلک پڑتی اور بیمار کے کرب و اضطراب کی شدت وہ جسم محسوس کرنے لگتا جس کے حصہ کی خوراک دوسروں کو تقسیم ہو جاتی تھی جس سے بستر کی آشنائی بہت کم رہی۔ جس کی راتیں اور دن اپنے معبود کے آگے جھکنے میں صرف ہوئے جس جسم کی ہر حرکت پر مشیت خیر خیر کہتی ساتھ چلتی تھی۔ ایسے جسم کی زبان کے الفاظ اور آنکھ کے آنسو کب بے اثر رہ سکتے تھے۔ ایک دفعہ اس بیماری کو بھی شرم آ جاتی ہوگی جس کی وجہ سے اللہ کا محبوب بے کل ہوا۔

محبوب الٰہی کی دعا سے بیماروں کو صحت۔ بے اولادوں کو اولاد، ناداروں کو مال و منصب ملتا تھا۔ قرضداروں کا قرضہ ادا ہو تا تھا۔ قیدیوں کو رہائی ملتی تھی۔ اور جن کو یہ سب کچھ نہیں ملتا تھا۔ ان کو اس سے بھی بڑی چیز ملتی تھی۔ ان کو وہی رونے والی آنکھ مسکرانے والے ہونٹ اور کارآمد دکھ اُٹھانے والا جسم مل جاتا تھا جس کی خاطر خدا صحت بھی دیتا ہے اولاد بھی دیتا ہے۔ دولت بھی

© https://www.khwajahasannizami.life

دیتا ہے اور اپنا جیسا بنانے والی برق پاش محبت بھی!

غرض یہ کہ ہر وہ ناکام جو مایوسی پیدا کرتی ہے۔ اس کے سامنے آنے کے بعد امید بن جاتی تھی۔ ان کے کسی مرید کو ایک دفعہ کئی مہینے تک تنخواہ نہیں ملی پیسے کی کمی اور ہاتھ میں تنگی نے اسے بے چین کر دیا۔ جب وہ حضرت محبوب الٰہی کے پاس آیا تو اسے قناعت پر کوئی لیکچر نہیں ملا تبسم ریز ہونٹوں سے دھیمے الفاظ میں اس نے یہ کہانی سنی۔

''ایک برہمن تھا۔ بڑا مالدار وہ لٹ گیا۔ ایک روز بازار میں خوش خوش جا رہا تھا کہ اسے ایک پرانا واقف کار ملا۔

اور تعجب سے کہنے لگا کہ سب کچھ لٹ جانے کے بعد بھی تو کیسے خوش ہے؟ برہمن بولا۔ پیسہ جاتا رہا تو کیا ہوا۔ میرے جنیو تو میرے پاس ہے!''

یہ کہانی سن کر اس مرید کو دلی راحت حاصل ہوئی تنخواہ تو اس کو دیر ہی میں ملتی لیکن پیر نے اس میں زندگی کے ولولے کو مردہ نہیں ہونے دیا۔

مگر خالی کہانیاں ولولہ پیدا نہیں کرتیں۔ پیٹ تو روٹی چاہتا ہے۔ الفاظ سے نہیں بھرا کرتا۔ مرید نے جس وقت یہ قصہ سنا ہے تو اسے یہ معلوم تھا کہ کچھ نہ ہوا تو حضرت کے لنگر میں روٹی تو ضرور ملے گی۔ حضرت اس وقت تک کچھ نہیں کھائیں گے جب تک میں نہ کھالوں۔ اور اگر حضرت کے پاس بھی کچھ کھانے کو نہ ہوا تو میں اور وہ دونوں بھوکے رہیں گے۔ خدا کے مہمان بنیں گے جیسا کہ حضرت کو بچپن میں اپنی بیوہ ماں اور یتیم بہن کے ساتھ فاقے کرنے پڑتے تھے۔ اور ماں اپنے دلارے سے کہتی تھیں۔

بابا نظام آج ہم خدا کے مہمان ہیں حضرت حسن علاء سنجریؒ جن کا یہ واقعہ ہے۔ شاعر تھے اور دل والے تھے۔ جب انہوں نے یہ کہانی سننے کے بعد تصور کیا ہوگا کہ شاید فاقے کے وقت ماں کی سی شفقت رکھنے والے محبوب ان سے بھی کہیں بابا حسن آج ہم تم خدا کے مہمان ہیں۔ تو اس تصور کی لذت نے ان کے سارے دکھوں اور پریشانیوں کا خاتمہ کر دیا ہوگا۔

حسن سنجریؒ نے یہ دیکھا تھا کہ حضرت اپنی تعلیم کا خود نمونہ ہیں وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں عیاشی کی اور لاپروائی کی اور بے فکری کی خوشی نہیں بلکہ ایثار، خدمت، توکل، فرض کی ادائیگی اور نفس مطمئن کی خوشی! ان کے پاس جو کچھ آتا ہے اسے جمع نہیں رکھتے فوراً ضرورت مندوں کو بانٹ دیتے ہیں یہی حال حضرت کے جماعت خانے میں رہنے والوں کا ہے کہ وہ بھوکے ہوتے تو خوش رہتے ہیں اور فکر نہیں کرتے اور جب ہمہ نعمت میسر ہوتی ہے تو اس وقت بھی ان کی یہی کیفیت رہتی ہے۔ ہاتھ پیر ان کے ہر حال میں ہلتے رہتے ہیں۔ بیکار ایک لمحہ کو نہیں بیٹھتے۔ اسی لئے سنجریؒ نے حضرت کی زبان فیض ترجمان سے برہمن کا قصہ سنا تو ایسی راحت ملی کہ بقایا تنخواہ مل کر بھی ایسی خوشی میسر نہ آتی۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کی یہ زندگی یہ تعلیم، یہ خدمتیں ایسی تھیں کہ ان پر ساری دنیا کی کرامتیں قربان کر دی جائیں جب بھی حق ادا نہ ہو۔

اے نظام الدین محبوب خدا
جملہ محبوباں فدا برروئے تو

حضرت محبوب الٰہیؒ کی زندگی میں واقعات کرامت کی

© https://www.khwajahasannizami.com

بھر مار نہیں ہے۔ البتہ ان کی زندگی سرتا پا ایک کرامت ہے زمان اور مکان کی قید سے آزاد۔ ایسے ہی جیسے سرکار دو عالم سرور کائناتؐ کی پوری زندگی ایک معجزہ تھی۔

زفرق تابقدم ہرکجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

دنیا ان کی ظاہری زندگی میں بھی ان کی بندۂ بیدام رہی اور اپنی زندگی سنوار کر کامیابی حاصل کرتی رہی۔ اور آج بھی ان کا آستانہ اسی فیض اور کرامت کا مرکز ہے۔ ان کی سب سے بڑی کرامت۔ اگر کرامت اس کو کہئے تو ان کی محبوبیت ہے۔ وہ خدا کے محبوب ہیں اور اس کی مخلوق کے محبوب ہیں۔ مگر روایتی محبوبوں سے الگ۔

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

اور یہی وجہ ہے کہ ان کا ہر کام۔ ہر ادا ان کا بیٹھنا ان کا اُٹھنا ان کا سونا ان کا جاگنا۔ ان کا تبسم ان کا گریہ (رونا) یہ سب کرامت نظر آتے ہیں۔ اور کرامت بھی ایسی کرامت جو تھوڑی دیر کا تماشہ نہیں بلکہ لافانی اور حیات بخش ہے اس کرامت کا حال امیر خسروؒ سے پوچھئے، چراغ دہلیؒ سے پوچھئے امامؒ اخی سراجؒ سے پوچھئے علامہ سنجریؒ سے دریافت کیجئے جو آج تک زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے اور جن کی زندگی حضرت کے خندہ ہائے زیر لبی، گریہ شب چراغ، دکھ، سکھ اور سانس کی آس سے عبارت تھی۔ حضرت کے وصال کے بعد امیر خسروؒ کی کیفیت دیوانوں کی سی ہوگئی تھی۔

جامہ دراں چشم چکاں۔ خون دل رواں

کہتے تھے لوگو! یہ نہ سمجھنا کہ میں محبوب الٰہی کے لئے روتا ہوں میری کیا مجال جو اپنے آپ کو اس قابل سمجھوں ہاں یہ حالت خود اپنے واسطے ہے مجھے بھی اب تھوڑی دیر کا مہمان سمجھو۔ اور وہی ہوا بھی۔

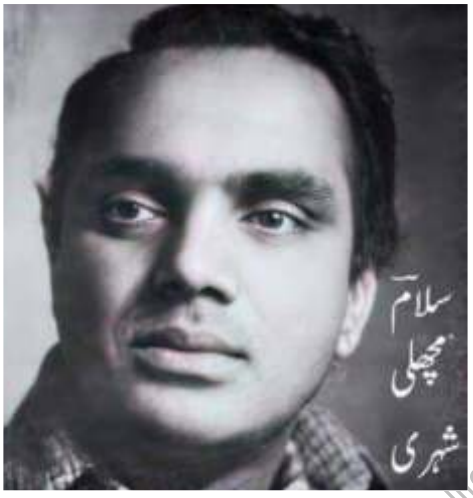
محبوب الٰہی کے سلسلے میں آپ کو ہوا میں اُڑنے والے اور شیر پر سواری کرنے والے شاذ ہی ملیں گے۔ ہاں بحیثیت انسان کے خود ترقی کرنے والے اور اپنے معاشرے کو بہتر بنانے والے بہت سے نظر آئیں گے۔ آپ بھی اس برادری میں شامل ہونا چاہیں تو وابستگی کی عام دعوت ہے۔ اور اگر اونچے اور دیرپا مقاصد سے آپ کو اتنی دلچسپی نہیں ہے اور آپ صرف بیماری دور ہونے۔ اولاد حاصل کرنے اور اسی قسم کی دوسری ضروریات کے پورا ہونے کو کافی سمجھتے ہیں، تو ایک لمحے کے لئے اپنے دل کو سب خیالات اور کدورتوں سے صاف کر کے یکسو ہو کر سر جھکا کر عرض کیجئے۔

''بارالہا، اپنے محبوب کے صدقے میں۔ ہاں انہی کے صدقے میں جو تیرے فرید کے نظام تھے تیری زلیخا (والدہ ماجدہ حضرت محبوب الٰہیؒ) کے محمد تھے اور تیرے خسرو کے لئے تو ''خسرو خوباں تھے۔ میری یہ التجا قبول کرلے۔'' پھر دیکھئے کہ:

ہر درد کی ملی ہے دوا ان کے نام سے
دیتا ہے ہر مراد خدا ان کے نام سے

© https://www.khwajahasannizami.life

ایک تاریخی نظم کی سچّی تاریخ



منادی کے زیرِ نظر شمارے میں کسی اور جگہ مشہور لفٹسٹ اور ترقی پسند شاعر جناب مچھلی شہری مرحوم کی ایک نظم منادی کے پرانے فائل سے نکال کر شائع کی جارہی ہے۔ سلام صاحب مرحوم نے جب یہ نظم مجھے بھیجی تھی تو اس کے ساتھ یہ بھی لکھا تھا ''ایک طویل نظم کے شروع کے چند بند'' مگر اس کے بعد واللہ اعلم وہ اس نظم کو مکمل نہ کر سکے یا مجھے بھیج نہ سکے۔ مرحوم کی زندگی میں اس نظم کی تاریخ کو بیان کرنا میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا۔ لیکن اب جبکہ تقریباً تیس برس ان کے انتقال کو ہو چکے میں ایک طرح سے اس کو بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

سلام صاحب کے واقف کار اور احباب جو ابھی زندہ ہیں اس بات سے واقف ہیں کہ مرحوم ''بلانوش'' آدمی تھے۔ میری ان سے ملاقات بالکل سرسری تھی۔ وہ ریڈیو میں اردو کے پروڈیوسر تھے اور مجھے ریڈیو پر اکثر یاد کیا جاتا تھا۔ بس ایک روز معلوم نہیں ان کو کیا سوجھی کہ رات کو دو بجے میرے گھر کی گھنٹیاں بجانی شروع کیں۔ جو ملازم دروازے کے پاس سو رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک آدمی نشے میں چور کھڑا ہے۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ مگر اس کے بدن پر معمولی کرتے پاجامے کے سوا کوئی گرم کپڑا نہیں تھا۔ نوکر نے مجھے آکر بتایا۔ میں نے آکر دیکھا تو سلام صاحب ہیں۔ بار بار میرے پیر چھوتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے اپنے گھر میں لے چلو۔ میں نے کہا گھر میں تو آپ ہیں۔ لیکن اس سردی میں بغیر کپڑوں کے کہاں نکل آئے۔ آپ بیمار پڑ جائیں گے۔ غرض یہ کہ بہت دیر ان کی لایعنی گفتگو کا سلسلہ جاری رہا اور جس طرح آئے تھے اسی طرح کوئی بات مانے اور سنے بغیر واپس چلے گئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ اسپتال میں داخل ہیں۔ اس رات انھیں واقعی سردی لگی اور نمونیہ ہو گیا۔ یہ بھی بتایا گیا کہ انہوں نے شراب سے توبہ کر لی ہے۔ ڈاکٹروں نے کہا بھی کہ اس طرح یکا یک شراب چھوڑنے سے نقصان ہوگا۔ مگر وہ نہ مانے صحت یاب ہو کر گھر آئے تو بالکل بدل گئے تھے۔ وہ کسی کے سہرے اور رخصتیاں لکھنے والے شاعر نہیں تھے۔ اس زمانہ میں میرے چھوٹے بھائی مہدی نظامی کی شادی ہوئی تو اپنے مخصوص انداز میں سہرا کہا۔ پھر یہ نظم کہی۔ ان کے احباب میں مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ کم ہی رہے ہوں گے۔ اور ان کی توبہ اور انتقال کے درمیان کا وقفہ اتنا مختصر تھا کہ نئے احباب فراہم ہونے مشکل تھے۔ انتقال کی خبر سن کر ان کے گھر گیا تو دیکھ کر سخت افسوس ہوا کہ ان کے کچھ غیر مسلم دوست تو موجود تھے۔ مگر چند گنے چنے مسلم حاضرین میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔ جو تجہیز و تکفین کے کام میں مدد کر سکے اور چھوٹے بچوں اور بیوی کو اس غم کے وقت کام سے بے فکر کر دے۔ مگر اللہ تعالیٰ ہر مشکل کام کو آسان کرنے والا ہے۔ گنے چنے لوگ ہی ان کو دہلی گیٹ کے قبرستان میں لے گئے ادبی دنیا کے لوگوں کی بھی کوئی خاص نمائندگی نہیں تھی۔ کل ملا کر پندرہ بیس آدمی ہوں گے۔ میں نے نماز جنازہ پڑھائی ظاہر ہے نماز جنازہ میں حاضرین کو چوتھائی تعداد تھی۔ سدا رہے نام اللہ کا۔

https://www.khwajahasanizami.net

مجھے یاد آیا کہ فوائد الفواد میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے غالباً جامع فوائد الفواد اور اپنے مرید اور مشہور شاعر حضرت خواجہ حسن علا سنجزی ہی تناظر میں یہ حدیث شریف پڑھی تھی کہ: التائب من الذنب کمن لاذنب له ''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوجاتا ہے جسے اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔'' سلام صاحب کو انتقال سے ذرا ہی پہلے پدم شری کا خطاب ملا تھا۔ مگر اُن کا آخری وقت یہ منظر دکھا رہا تھا کہ بندے اور خدا کے درمیان اس وقت بندے نہیں ہیں۔ بس خدا ہے اور بندہ ہے۔ اس سے بڑی کامیابی آدمی کے لئے اور ہو بھی کیا سکتی ہے۔

فوائد الفواد ہی میں یہ بھی ذکر ہے کہ بدایوں کے کوئی بزرگ تھے جو ہمیشہ دُعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے اس طرح موت دیجو کہ کوئی موجود نہ ہو۔ یہاں تک کہ ملک الموت بھی نہ ہو۔ بس تو ہو اور میں حاضر ہوجاؤں۔ ان کی موت کچھ اسی طرح ہوئی بدایوں سے شائد اکیلے پیدل دلّی آرہے تھے۔ راستے میں ایک سنسان اور ویران جگہ ان کی لاش ملی۔ راستہ چلتے مسافروں نے دفن کردیا۔ مشہور آدمی تھے۔ تلاش ہوئی۔ ان کے کپڑوں سے اندازہ لگایا گیا کہ جو بے شناخت لاش دفن کی گئی تھی وہ انہی کی تھی۔

سلام صاحب نے واقعی کچھ دیکھا ہوگا جو پہلے کہا۔

''محبوب الٰہی آتے ہیں!''

اور پھر کہا

''محبوب الٰہی آئے ہیں!''

سلام صاحب کی اس نظم کو ایک دفعہ پھر پڑھ لیجئے۔ انشاءاللہ ایمان تازہ ہوگا۔

دُعا گو

حسن ثانی نظامی

(ایک طویل نظم کے شروع کے بند)

پرانی یادیں

محبوب الٰہی آتے ہیں!

از : پدم شری سلام مچھلی شہری صاحب مرحوم

مشہور شاعر حضرت سلام مچھلی شہری پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہوا ہے۔ ایک طرف انہوں نے ام الخبائث سے توبہ کرلی۔ اور حمد و نعت ومنقبت کی طرف مائل ہوئے دوسری طرف صدر جمہوریہ نے انھیں پدم شری کے خطاب سے نوازا ملک وقوم کی طرف سے موصوف کو مبارکباد دی جارہی ہے۔ نظامیہ برادری بھی اس مبارکباد میں دل سے شریک ہے۔۔

(حسن ثانی نظامی)

جب غم کے بادل چھاتے ہیں
کالے سائے لہراتے ہیں
جب لوگ پریشاں ہوتے ہیں
جینے سے بھی نالاں ہوتے ہیں
جب درد سوا ہو جاتا ہے
بیمار خفا ہوجاتا ہے
جب گیت دھواں ہو جاتا ہے
مفلس کی فغاں ہوجاتا ہے
تب نور خداوندی بن کر
محبوب الٰہیؒ آتے ہیں

© https://www.khwajahasannizami.info

جب عیش وطرف بڑھ جاتے ہیں
غم کے پارے چڑھ جاتے ہیں
جب زرکی باتیں بڑھتی ہیں
مفلس کی راتیں بڑھتی ہیں
جب موجِ مبارک جاتی ہے
ہر تازہ کلی کمھلاتی ہے
جب ''ماں'' کے پاؤں کی جنّت
ہوجاتی ہے ''بچوں'' سے رخصت
تب نور خدا وندی بن کر
محبوب الٰہیؒ آتے ہیں
جب جوشِ وفا کم ہوتا ہے
اللہ بھی برہم ہوتا ہے

جب باہم پیار نہیں ہوتا
دل کا سنگار نہیں ہوتا
جب جذبۂ نفرت بڑھتا ہے
اندازِ کدورت بڑھتا ہے
جب سامنے منزل ہوتی ہے
اور ''جنتا'' غافل ہوتی ہے
تب نورِ خدا وندی بن کر
محبوب الٰہیؒ آتے ہیں!!
محبوب الٰہیؒ آئے ہیں
اگر چشمِ بصیرت سے دیکھیں
وہ بزم میں ہر سو چھائے ہیں
محبوب الٰہیؒ آئے ہیں۔!!!

روزگار کن کو نہیں ملتا

از : حضرت خواجہ حسن نظامیؒ درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

جو
دن کو سوتے ہیں
جو محنت سے گھبراتے ہیں
جو عورتوں اور بچوں سے زیادہ محبت کرتے ہیں
جن کو اپنا گھر اور اپنا شہر بہت پیارا ہے
جن کو ترک دنیا کے غلط معنیٰ بتائے گئے ہیں
جن کو باپ دادا کی عزت کا جھوٹا گھمنڈ ہے
جن کے گھر میں کچھ زیور اور نقدی ہے
جن کے باپ دادا کچھ جائداد چھوڑ گئے ہیں
جو اپنی شان کو بہت بڑا سمجھتے ہیں
جن کو اپنی عقل اور علم کا غرور ہے
جو چھوٹی نوکریاں اور چھوٹے پیشے نہیں کرنے چاہتے۔

ایسے لوگوں کو روزگار کبھی نہیں ملے۔ کیونکہ ان کے دل میں روزگار کرنے کی اور محنت سے اپنی اور اپنے بچوں کی روزی کمانے کی اصلی خواہش ہی نہیں ہوتی۔

پس ہر مسلمان کو چاہئے کہ جب اس قسم کے آدمیوں کو بیکار دیکھے جن کا ذکر اوپر کیا گیا۔ تو ان کی اصلاح کی کوشش کرے اور ان کو بتائے کہ بیکار رہنا بہت بُرا ہے۔ اللہ میاں نے ہر انسان کو ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کان اس واسطے دیئے ہیں کہ وہ ان سے کام لے۔ ان کو بیکار رکھنا خدا کی نافرمانی ہے کیونکہ خدا نے جن چیزوں کا کام کے لئے بنایا تھا۔ ان کو بیکار نہ چھوڑنا چاہئے۔

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajahasannizami.life

حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس سرہ السامی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی

از : مسعود انور علوی
(سابق صدر شعبہ عربی وڈین فیکلٹی آف آرٹس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

لائق احترام خواتین وحضرات، مشائخ اکرام اور سلسلہ عالیہ نظامیہ کے وابستگان، عزیز گرامی، منزلت حضرت خواجہ سید محمد نظامی نبیرۂ فاضل، مصور فطرت حضرت خواجہ سید حسن نظامی قدسرۃ ہم سب کے دلی شکریہ کے سزاوار ہیں کہ انھوں نے حضرت محبوب الٰہیؒ کے ۷۱۹ ویں عرس شریف کے موقع پر منعقدہ سیمینار میں اس اہم اور وقت کی ناگزیر ضرورت میں اس موضوع کا انتخاب فرمایا۔ معزز حضرات آج سے تقریباً تیرہ سو سال پہلے ایک عربی شاعر نے کہا تھا:

وَلَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُستَنکِر اَنْ یَجْمَع العَالَم فی وَاجِد

خداوند تعالیٰ کے لئے یہ بات ہرگز مشکل نہیں کہ وہ تمام جہان کی خوبیوں اور صفات کو کسی ایک انسان کی ذات میں جمع فرمادے۔

چھ سو سال بعد اس قول کی جیتی جاگتی تصویر ہمیں جس ذات گرامی میں نظر آتی ہے وہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی سید محمد معروف بہ نظام الدین اولیاء بدایونی دہلوی قدس سرہ کی بابرکت فیض رساں ذات مبارکہ ہے۔

حضرت محبوب الٰہی جیسی دلآویز، دلپذیر اور خاص و عام کو اپنا بنانے والی دوسری جامع وہمہ گیر شخصیت معاف فرمائینگے کہ عالمی منظر نامہ پر بھی خال خال نظر آتی ہیں۔ اور یہ کوئی تعجب خیز امر بھی نہیں کہ مشیت الٰہی کس سے کیا اور کیسے کام لے۔ معاصر و بعض متقدم نیز متاخر صوفیہ میں ان کا ثانی اور ہم سر نظر نہیں آتا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے ’’تِلکَ الرُسُلُ فَضَّلنَا بَعضَھُم عَلٰی بَعْض ‘ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت دی۔

اسی بنا پر ان کے بعد کے بعض محققین صوفیہ وعلماء نے مشاہدہ کے بعد اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ سلطان نظام الدین بدایونی در مقام معشوقی بودند واللہ ہمچو نظام الدین بدایونی درزیر چرخ کبود آسمان نہ آمدہ ست ونخواہد آمد۔

سلطان المشائخ محبوب الٰہی مقام معشوقیت پر فائز تھے واللہ ان جیسا نیلے آسمان کے نیچے نہ آیا اور نہ آئے گا۔

برصغیر ہندو پاک کی قسمت کی سرفرازی ہے کہ اس میں ایسی جامع کمالات اور دلآویز شخصیت پیدا ہوئی کہ جس کی ذات میں تصوف کے تمام پہلو، علمی، عملی، نظری، فکری اور عشقی نہایت آب وتاب سے جلوہ گر ہیں۔ اسلامی تصوف کے تمام اوصاف وخصائل اور کمال انسانیت کے سبھی خدوخال ان کی سیرت مبارکہ میں بدرجہ اتم ظاہر وباہر ہیں۔

وہ بیک وقت ایک بلند پایہ محدث، دقیق النظر مفسر، باریک بیں فقیہ، محقق مُحَقِّق، علوم اسلامیہ پر اپنی ژرف نگاہی میں بے نظیر وبے عدیل، عربی فارسی ادبیات کے ماہر اور نکتہ رس ادیب اور سب پر مستزاد کہ فطرت انسانی کے سب سے بڑے نباض اور روحانی بیماریوں اور علتوں کے حاذق طبیب تھے۔

تاریخ کے مطالعہ کے بعد اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ غیبی اشارہ سے جو لقب کسی کو عطا ہوتا ہے وہ دائمی ہوجاتا ہے۔ حضرت محبوب الٰہی کے ساتھ بھی ان کے لقب نظام الدین کی بابتہ ایسا ہی ہوا۔

آپ کی پاک و بزرگ شخصیت کے سب سے بڑے محرم اور

© https://www.khwajahasannizamilife

دانائے راز حضرت امیر خسرو قدس سرہ اسی بنا پر آپ کی بارگاہ میں خراج عقیدت ومحبت وحقیقت کے ضمن میں فرماتے ہیں

اے شربت عاشقی بجامت
وزدوست زماں زماں پیامت
سودازدگانِ شوق حق را
تسکین زمفرحِ کلامت
درگاہِ تو قبلہ و ملائک
پراں چوکبوتراں ببامت
شُد سِلک فرید از تو منظوم
زانست کہ شد لقب نظامت
جاوید بقا ست بندہ خسرو
چوں شد زہزار جاں غلامت

اے پریم رس کے پیالے والے تیرے لئے پل پل محبوب کے سندیسے شوق حق کے سودائیوں کو تیری امرت بانی سے تسکین!

تیری درگاہ قبلہ! تیری اٹاری پر فرشتوں کی کبوتروں سمان اُڑان

تجھ ہی سے سِلک فرید منظور ہوئی (بابا فریدؒ کا روحانی سلسلہ قائم ہوا) ایک دانہ موتیوں کی لڑی کو تو نے ہی پرویا اور یوں ''نظام'' یعنی پرونے، جوڑنے اور مرتب کرنے والا کہلایا! بندہ خسرو ہزار جاں سے تیرا غلام بنا تو امر ہوگیا۔ اسے سدا سدا کی زندگی مل گئی۔

(معزز خواتین وحضرات حضرت امیر خسرو کے ان فصیح و بلیغ اشعار کے اردو قالب کے لئے اس خاکسار اور کم سواد کے لئے صاحب طرز ادیب ونکتہ داں الولد سرلا بیہ بیٹا باپ کا آئینہ ہوتا ہے کے حقیقی مصداق ہمارے آپ سب کے محترم حضرت خواجہ حسن نظامی ثانی یعنی حضرت سیدنا ومولانا خواجہ حسن ثانی نظامی قدس سرہما کے ان الفاظ سے بہتر الفاظ نہیں ملتے ہیں اس لئے ان ہی کے مبارک قلم سے نکلے الفاظ آپ کے سامعہ نواز کردیئے)

وہ ذات مبارکہ جو تمام ملکوتی صفات کی جیتی جاگتی تصویر ہے جس کا ظاہر و باطن ایک، جو صفائی قلب وجلائے روح کے اعلیٰ ترین مقامات کی حامل جسکا شب وروز کا وظیفہ اَلخَلقُ کُلُّھُم عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّھُم اِلَیہِ اَنفَعُھُم لِعِیَالِہٖ (تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے خداوند تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب و پیارا وہی ہے جو تمام انسانوں کے لئے نفع بخش اور یکساں فیض رساں ہو) خَیرُ النَّاسَ مَن یَنفَعُ النَّاس۔ انسانوں میں سب سے برتر وبہترین وہی ہے۔

لَایُومِنُ اَحَدُکُم حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیہِ مَایُحِبُّ لِنَفسِہٖ۔ (حدیث: تم میں سے کوئی بھی پورا ایمان والا اسی وقت ہوگا جو دوسروں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔)

جو دوسروں کے لئے فائدہ مند اور نفع بخش ہو، جو اکثر و بیشتر زبان حق سے یہ فرمایا کرتی ہے کہ جب کوئی نفس سے پیش آئے تو درویش (تم کو) قلب سے پیش آنا چاہئے۔ کیوں کہ نفس میں خصومت، غوغا اور فتنہ ہے اور قلب میں سکون ورضا اور ملاطفت ایسا کرنے سے نفس خود مغلوب اور زیر ہوجائیگا۔ دوسروں کے لئے کدورت کا شائبہ بھی نہ ہو۔

اے دوست دل میں گرد کدورت نہ چاہیے
اچھے تو کیا بروں سے بھی نفرت نہ چاہئے
کانٹے کی رگ میں بھی لہو سبزہ زار کا
پالا ہوا ہے وہ بھی نسیمِ بہار کا

آپ کی تعلیم کا پہلا سبق حسن معاملہ باخلق تھا یعنی دوستوں اور اچھوں کے ساتھ تو سب ہی اچھا سلوک کرتے ہیں۔ دشمنوں سے بھی نیکی، نرمی اور محبت کا برتاؤ کرنا چاہئے۔

وہ ہزار دشمن جاں سہی مجھے خار پھر بھی عزیز ہیں
جسے خاکِ پا تری چھوگئی وہ بُرا بھی ہو تو بُرا نہیں

© https://www.khwajahasannizami.life

انسان جب صاحب گلشن کا ہوکر رہ جاتا ہے تو پھر وہ بجا طور پر یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کئے جا رہا ہوں میں

ایک بار ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فلاں فلاں آپ کے سلسلہ میں زبان درازی کرتا ہے آپ نے فرمایا ''من از ہمہ عفو کردم شمارا ہم می باید کہ عفو کنید'' میں نے تو سب کو معاف کر دیا تم کو بھی معاف کر دینا چاہئے۔

غور فرمائیں کہ جہاں معاندین و حاسدین اور دشمنوں کے ساتھ ایسا سلوک ہوگا اور اس کی تاکید کی جائے گی وہاں اعزہ واقربا اور احباب کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ اکثر فرمایا کہ ''انچہ برخود روا'' نداری برغیرے مدار۔ (جو اپنے لئے جائز و روا نہ سمجھو اسے اوروں کے لئے بھی نہ سمجھو۔)

کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو سلوک ایسا
کہ جو تم سے کوئی کرتا تمھیں ناگوار ہوتا

حضرت محبوب الٰہی کی پاک و پاکیزہ ذات گرامی نے تصوف کو ایک عوامی تحریک کی شکل دی اور ان کے خلفاء و مریدین و مسترشدین نے اسی راہ پر گامزن ہو کر ان تمام کی اپنی اپنی سطح پر بھرپور ترویج و اشاعت کی جن سے انسانیت کی بقا ہوئی اور اس کی سطح کو بلندی کی ارزانی ہوئی۔ یہ اعلیٰ اقدار الفت و محبت، بھائی چارہ، رحم دلی، سب کو ایک آنکھ سے دیکھنا اور بغض و حسد اور عداوت و کینہ، خود بینی نفرت اور خود پسندی سے اپنے کو پاک رکھنا ہیں۔ علاوہ ازیں مخالفین اور دشمنوں تک کی خیر خواہی حسن سلوک اور اپنے میں قوت برداشت، رواداری، دل آسائی اور دلگیری جیسی صفات پیدا کرنا ہیں۔ انہوں نے ایک ایسی جماعت پیدا کی جس نے عوامی سطح پر بھی ان صفات کا آئینہ بن کر خیر سگالی و مذہبی رواداری اور اخوت و اتحاد کی فضا قائم کی۔ گویا ہر ایک بزبان حال یہ کہتا نظر آیا۔

جھگڑا نہ کرے مذہب و ملت کا کیوں یاں
جس راہ سے جو آن پڑے خوش رہے وہ یاں
زنار گلے میں یا بغل بیچ ہو قرآن
عاشق تو قلندر ہے نہ ہندو نہ مسلماں

اسی بنا پر آپ فرماتے تھے کہ:

ہر کہ مارا یار نبود ایزد او را یار باد
وانکہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد
ہر کہ روخارے نہد در راہ ما از دشمنی
ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

(جو کوئی ہمارا دوست نہ ہو اے اللہ تو اس کو بھی دوست رکھ جو ہمیں ایذا و تکلیف پہنچائے اس کے بدلے اس کو مزید آرام و آسائش عطا ہو۔ ہم سے دشمنی کی خاطر جو کوئی ہمارے راستہ میں کانٹے بچھائے تو اس کے بدلہ اس کی زندگی کے باغ کا ہر پھول بے خار ہو جائے۔)

اسی پاکیزہ تعلیم کی بدولت آپ کے مریدین و مسترشدین تک نے روتی بلکتی اور سسکتی روحوں کو شادمانی اور مسرت سے ہمکنار کیا، گناہ گاروں اور شرمساروں کو گلے لگایا اور انہیں یقین دلایا کہ اللہ تعالیٰ رب العلمین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم رحمتہ للعالمین ہیں۔ انہوں نے برائیوں اور گناہوں سے نفرت ضرور کی مگر گنہگاروں اور بروں کی دستگیری فرمائی اور انہیں گلے لگایا۔ دوسروں کے مذہبی جذبات و احساسات کو سمجھا، وضعداری، پاس و اداب وفا، خیر خواہی، دشمنوں و دوستوں سے یکساں سلوک اور بے خویشی و بے نفسی جیسی صفات پر عمل پیرا ہو کر ایک صالح و صحت مند معاشرہ کی نہ صرف تشکیل فرمائی بلکہ آئندہ نسلوں کے لئے ایسا دستور و لائحہ عمل چھوڑا جس سے فرقہ ورانہ ہم آہنگی، اور پرسکون ماحول کو فروغ ملا۔ تاریخ کے صفحات ان کی مساعی جمیلہ سے زریں و تابناک ہیں

© https://www.khwajahasannizamilife

۔اپنی اثر انگیزی و دلپذیری اور کیمیاء اثری کیلئے میکدہ نظامی کم گشتگان راہ ضلالت کے واسطہ ایسی آماجگاہ بنی کہ وہاں سے ہر کوئی یہ کہتا ہوا نکلا:

صدسالہ دور چرخ تھا ساگر کا ایک دور
نکلے جو میکدہ سے تو دنیا بدل گئی

حضرت محبوب الٰہی کی پاکیزہ حیات مبارکہ ان ہی اعلیٰ اقدار سے عبارت ہے۔ ارشاد فرماتے تھے کہ مخلوق خدا کی حاجت روائی سے بڑی کوئی عبادت نہیں۔ مخلوق کا آپس میں معاملہ تین طرح کا ہوتا ہے۔ پہلی قسم ان کی ہے جن سے کسی کو نہ فائدہ پہنچتا ہے نہ نقصان ایسے آدمی پر جمادات (پتھر) کا اطلاق ہوتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہو نقصان نہیں۔ تیسری قسم ان دونوں سے بہتر اور برتر ہے کہ اس شخص سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچائے تو اس پر صبر کرے اور کبھی بدلہ لینے کا سوچے بھی نہیں۔

اکثر و بیشتر اپنے حال و کیفیت سے دوسروں کو بھی باخبر فرمائے تھے کہ ''آن قدر غم واندوہ کہ مراست ہیچ کس را دریں جہاں نیست الخ''

جتنا غم واندوہ مجھے ہے اتنا شاید ہی کسی کو ہو کیوں کہ میرے پاس جتنے دکھیارے آتے ہیں وہ اپنا رنج و غم مجھ سے کہتے ہیں جو سب کا سب میرے دل و جان میں بیٹھ جاتا ہے۔ وہ عجب دل ہے جو بھائیوں کا غم سنے اور اس پر کوئی اثر نہ ہو۔

دل جب احساس کی آنچوں میں پگھل جاتا ہے
غم دوراں غم جاناں میں بدل جاتا ہے

آپ کا مشہور و مقبول ارشاد گرامی یہ بھی ہے

یکے خار نہد و تو ہم خار نہی ایں خار خار باشد الخ

اگر کوئی راستہ میں کانٹا رکھے اور تم بھی اس کے بدلہ کانٹا رکھو تو کانٹے ہی کانٹے ہو جائینگے۔ عام لوگوں میں تو یہی دستور ہے کہ نیکوں کے ساتھ نیک اور بروں کے ساتھ بُرے ہوتے ہیں لیکن مردان خدا کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اچھے بُرے سب کے ساتھ نیک ہوتے اور نیکی کا معاملہ کرتے ہیں۔

وہ ہزار دشمن جاں سہی مجھے خار پر پھر بھی عزیز ہیں
جسے خاک پاتری چھوگئی وہ بُرا بھی ہو تو بُرا نہیں

مدت العمر آپ کا یہ معمول رہا کہ بیشتر چوں کہ روزہ رکھتے تھے سحری میں بھی برائے نام کچھ تناول فرماتے بلکہ اکثر تو وہ بھی نہیں۔ ایک بار آپ کے خادم خواجہ عبدالرحیم نے عرض کیا کہ حضور افطار میں بھی کچھ تناول نہیں فرماتے اگر سحری میں بھی کچھ نوش نہ کریں گے تو ضعف اور جسمانی کمزوری اور بڑھے گی۔ آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور فرمایا کتنے غریب و نادار اور بیکس فاقہ مست مسجدوں کے زینوں، کونوں اور چبوتروں پر بھوکے پڑے ہیں یہ کھانا میری حلق سے بھلا کیسے اتر سکتا ہے۔

دوسرا مشہور واقعہ آپ سب جانتے ہیں کہ آپ نے ایک عورت کو دیکھا جو جمنا کے کنارے ایک کنویں سے پانی بھر کر لے جارہی تھی آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ خدا کی بندی دریا چھوڑ کر کنویں سے کیوں پانی پیتی ہے۔ اس نے کہا میرا شوہر غریب ہے ہمارا گھر کا خرچ ہی مشکل سے چلتا ہے دریا کا پانی بھوک زیادہ لگاتا ہے اس لئے ہم لوگ کنویں کا پانی پیتے ہیں۔ آپ یہ سُن کر رونے لگے اور خانقاہ شریفہ میں آکر خادم سے فرمایا کہ غیاث پور میں ایک عورت ہے جو جمنا کا پانی اس واسطے نہیں پیتی کہ اس سے بھوک زیادہ لگتی ہے تم اس سے جاکر پوچھو کہ اسکے خرچ میں کتنا خسارہ ہوتا ہے اتنا اُسے ہر ماہ خانقاہ سے دیدیا کرو اور اس کے کہو کہ وہ جمنا کا پانی پیئے۔

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے کہ ایک بار غیاث پور میں آگ لگ گئی گرمیوں کا زمانہ تھا آپ شدت کی گرمی اور چلچلاتی دھوپ میں دولت خانہ کی چھت پر سے یہ منظر غم والم سے بھرے پاک دل اور اشک بار آنکھوں سے دیکھتے رہے جب وہ آگ بجھ گئی تو آپ نے اپنے خادم

© https://www.khwajahasannizami.life

خاص خواجہ اقبال کو طلب فرمایا اوران سے ارشاد فرمایا کہ جا کر دیکھو کتنے مکان اس سے متاثر ہوئے ہیں۔ ہر گھر والے کو چاندی کے دو تنکے اور ایک صراحی ٹھنڈے پانی اور کھانے کے خوان دے کر آؤ۔ سامعین کرام غور فرمائیں کہ اس زمانے میں ایک تنکے کی کیا اہمیت اور قیمت تھی۔

معزز حاضرین کرام! حضرت محبوب الٰہی کی پاکیزہ زندگی میں اس قسم کے ہزروں واقعات ہیں جن سے نہ صرف فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ ملا بلکہ انسانوں کی زندگیاں نکھریں سنوریں اور سج گئیں۔ انہوں نے انسانیت کی جس دلسوزی وجاں کاہی سے خدمت اور حاجت روائی کو اپنا حال بنایا اس کے بیان کے لئے یہ کیا سینکڑوں راتیں ناکافی ہوں گی۔ درر نظامی، نظامی بنسری، فوائد الفواد، سیر الاولیاء اور افضل الفوائد جیسے مستند معاصر تذکرے ان تعلیمات سے بھرے ہیں۔

آخر میں عرض کرتا چلوں

مَضَتِ الدُّھُورُ وَ مَااُتَین بِمِثلِہِ

وَلَقَداَتَی فَعَجِزنَ عَن نظرائہِ

زمانوں کے زمانے گزر گئے اوران جیسا نہ لا سکے اور جب وہ آ گئے تو پھران جیسا دوسرا لانے سے عاجز ہو گئے۔

آخر میں آپ تمام حضرات کے حسن سماعت اور خصوصاً حضرت سید محمد میاں نظامی کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس سیمینار کا انعقاد فرمایا۔

میرے خوش حال ہونے کا راز

میں بن ماں باپ کا لڑکا تھا۔ جب تعلیم سے فارغ ہوا تو کتابوں اور عمارتوں کی تصویروں کی تجارت شروع کی۔ اس وقت مجھ کو اور میری پہلی بیوی کو فاقے بھی ہو جاتے تھے۔ مگر میں نے عہد کر لیا تھا کہ قرض نہ لوں گا۔

اب اگر چہ کاروباری ضرورتوں کے سبب قرضہ لیتا ہوں مگر شروع میں قرض نہ لینے کی عادت ڈالنے کے سبب میں خوش حال ہو گیا۔

میں آمدنی سے خرچ کو نہ بڑھنے دیتا تھا اور ڈاک خانہ کے بنک میں اپنی آمدنی جمع کرتا تھا۔

میں اپنا بیمہ بھی اسی لئے کرایا تھا کہ بیمہ کی قسط دینے کی فکر سے مجھ کو کچھ بچانے کا خیال رہے۔

خانگی ضرورت اور تجارتی ضرورت کی چیزیں خود بازار جا کر اور نئی دکانوں پر پھر کر نرخ اور بھاؤ معلوم کر کے سامان خریدتا تھا۔ نوکروں کے ذریعہ کا نہ کراتا تھا کیونکہ کوئی نوکر ایسا ہمدرد اور دیانت دار نہیں ہوتا جو اپنی ذات کی طرح اپنے پیسہ کا درد جانتا ہو۔ اور کرتا ہو۔

مجھ کو حساب بالکل نہیں آتا۔ یہاں تک کہ پورے ہند سے بھی نہیں جانتا مگر اس کے باوجود میں اپنی آمدنی اور خرچ کو روز دیکھ لیتا تھا اور انگلیوں پر گن کر جوڑتا تھا کہ خرچ آمدنی سے بڑھا تو نہیں۔

بنک اور بیمہ سے تعلق محض میں نے اپنے آپ کو کفایت شعار بنانے کے لئے پیدا کیا تھا اور اس کا مجھے بہت فائدہ ہوا۔

میں نے اپنے بچوں کا بھی سیونگ بنک میں حساب جاری کرا دیا تا کہ وہ بھی کفایت شعار ہو جائیں اور بچت کرنے کی عادت ان میں پیدا ہو جائے۔

میں نے ابھی حال میں اپنے اسکول کے اندر ایک چھوٹا سا بنک کھولا ہے جس کا نام ''خواجہ بنک'' ہے۔ یہ بنک اسکول کے لڑکوں کو کاروباری تجربہ سکھائے گا اور حساب رکھنے کا عادی بنائے گا اور بچوں میں کفایت شعاری کی عادت پیدا ہو جائے گی۔

بہر حال میری خوش حالی کا راز کفایت شعاری ہے اور اس کا راز بنک اور بیمہ اور حساب ہے۔

(حضرت خواجہ حسن نظامیؒ) ۱۹۳۲ء

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajahasannizami.life

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ

قومی یکجہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی

از : پروفیسر شریف حسین قاسمی
(سابق پروفیسر، دہلی یونیورسٹی دہلی)

محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء علم و معرفت میں بڑے امتیازات کے حامل تھے۔ ہر صوفی اور شیخ کی کچھ نہ کچھ اپنی خصوصیات ہوتی ہے جو اسے دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں۔ ان خصوصیات کو تصوف کی اصلاح میں نعمت کہا جاتا ہے جو ایک صوفی کو معرفت الٰہی کے حصول کیلئے اس کی انتھک جدوجہد کے صلے میں پروردگار عالم اس کو عطا کرتا ہے۔ ان نعمتوں کے کچھ حصے صوفیہ کو عطا کئے گئے ہیں، حضرت محبوب الٰہی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام ہی نعمتوں سے نوازا تھا۔ اس میدانِ فکر و علم و عمل میں جو کچھ ودیعت کیا جاسکتا تھا، حضرت محبوب الٰہی اس سے کما حقہ بہرہ ور تھے۔

آپ کے معاصر اور بعد کے علما، صوفیہ اور دانشمندوں نے آپ کی مدح وثنا میں جو کچھ کہا ہے، وہ آپ کی اسی ہمہ گیر شخصیت کا پرتو ہے۔

حضرت محبوب الٰہی ایک نہایت عالم فاضل، مفسر قرآن، محدث، فقیہہ، معقولی، ادیب، شاعر، سالک طریقت اور محقق شریعت تھے، نکتہ رس طبیعت اور دقیقہ شناس ذہن کے مالک تھے۔ آپ کے عہد کے ممتاز علماء، درویش، دانشمند، امراء اور پھر عوام کے گروہ جس شوق و ذوق سے جمع ہو گئے تھے۔ اور آپ اِن پر اور وہ آپ پر جان چھڑکتے تھے۔

محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ایک مادرزاد ولی تھے۔ یہ صحیح ہے کہ جس کسی کو سعادت اور روحانی دولت دی گئی ہے، وہ روز ازل سے ہی مسعود ہے بلکہ رحم مادر میں بھی۔ ایک حدیث میں یہی بات کہی گئی ہے کہ: نیک بخت وہ ہے جو بطن مادر میں ہی سعید بنا دیا گیا ہے۔ حضرت محبوب الٰہی کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ آپ کے بارے میں یہ بات تواتر کے ساتھ کہی جاتی رہی ہے کہ حضرت والا کی والدہ محترمہ نہایت باصلاحیت اور باعفت اپنے وقت کی زاہدہ تھیں اور اللہ کے حضور میں رسوخ رکھتی تھیں۔ پروردگار کے حضور میں اپنی والدہ محترمہ کے اس رسوخ کا ذکر خود حضرت محبوب الٰہی نے بھی کیا ہے اسی وجہ سے آپ بوقت ضرورت والدہ کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور دعا کی درخواست کیا کرتے تھے۔

روایت ہے کہ جب حضرت شیخ بطن مادر میں تھے اور ولادت کا زمانہ قریب آیا۔ حضرت شیخ کے والد بزرگوار کسی بیماری میں مبتلا تھے۔ آپ کی والدہ کے باطن میں القا کیا گیا کہ یہ بیٹا جو تمہارے بطن میں ہے، بزرگان دین اور صاحبان نعمت و ولایت میں سے ایک ہے۔ اور ہوگا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے معتقد اس کی پیروی کریں گے اور کئی ہزار بزرگان خدا اس کی برکت سے اللہ کے قریب پہنچیں گے۔ اب اختیار تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر اس بچے کی باپ کی زندگی چاہتی ہو تو بیٹے سے ہاتھ اُٹھا لو اور اگر یہ بیٹا مطلوب ہے تو اس کے باپ کی صحت یابی کیلئے دعا کرنا چھوڑ دو۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے اسی وقت مناجات کی کہ: اے خداوند چونکہ اس بیٹے کی سعادت کے درجات تو نے مجھے دکھلا دیئے ہیں۔ تیرے جلال کی قسم میں تیری بارگاہ میں اس

https://www.khwajahasannizamilife

فرزند ہی کو چاہتی ہوں۔ اور ایسا ہی ہوا۔ آپ کے والد رحمت حق سے جا ملے اور کچھ وقت بعد حضرت محبوب الٰہی دنیا میں تشریف لائے۔ حضرت محبوب الٰہی کے مرشد بابا فرید نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا: اللہ نے تمہیں علم اور عقل اور عشق، تینوں جوہر عطا فرمائے ہیں اور جس میں یہ تینوں جمع ہوں اس سے مشائخ کی خلافت خوب ہوتی ہے۔

حضرت بابا فرید نے دعا دی تھی کہ ''تمہیں خدا تعالیٰ نیک کرے اور نفع دینے والے علم اور عملِ مقبول سے سرفراز فرمائے۔''

حضرت بابا فرید نے یہ بھی آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ: ''تم ایسے درخت ہوں گے، جس کے سایہ میں خدا کی مخلوق آرام پائے گی۔''

میں یاد دلا دوں کہ اس وقت ہم سب اسی سایے دار درخت کے نیچے بیٹھے ہیں جو حضرت بابا فرید نے حضرت محبوب الٰہی کی شکل میں دہلی میں لگایا تھا۔ اور جس کے سایہ دار شاخیں سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اور آج بھی ہیں۔

حضرت بابا فرید نے آپ کو بہت سے دعائیں دی تھیں اور وہ سب بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئیں۔ آپ نے حضرت محبوب الٰہی کے لئے چاہا تھا اور آپ کو بتا دیا تھا کہ:

''نظام ہم نے خدا سے یہ چاہا ہے کہ جو کچھ تم خدا سے مانگو وہ تمہیں ملے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں آسودہ رکھے۔ تمہیں اللہ قبولیت بخشے اور مولانا نظام الدین ہم نے تمہیں خدا تک پہنچا دیا اور صاحب سجادہ بنا دیا اور پورا ملک ہندوستان تمہیں دیدیا۔ جاؤ سارے جہاں لے لو اے جہاں گیر۔''

مولانا وجہہ الدین پائلی بڑے صاحب علم بزرگ تھے۔ حضرت محبوب الٰہی کے خلیفہ بھی تھے۔ آپ حضرت محبوب الٰہی کے بارے میں فرماتے تھے کہ شیخ الاسلام نظام الدین بہت بڑے بزرگ ہیں اور آج وہی قطب وقت ہیں۔

حضرت محبوب الٰہی کے ایک امتیاز کا ذکر ضروری ہے۔ علم و معرفت میں جب آپ کی عظمت سب پر آشکار ہوگئی تو شہر کے علماء و مشائخ، اس کے باوجود کہ وہ دوسرے خاندانوں اور سلسلوں میں بیعت تھے، سب شیخ کی صحبت اور محبت سے مخصوص ہو گئے۔

مولانا شمس الدین وامقانی سہروردی سلسلے کے بزرگ تھے۔ اس سلسلے کی خلافت سے مخصوص تھے۔ علم شریعت و طریقت میں یگانہ عہد تھے۔ آپ نے جب حضرت محبوب الٰہی کی بزرگی کا اندازہ لگایا تو برسوں تک یہ طریقِ محبت حضرت شیخ کی خدمت میں گزارے اور حضرت شیخ بھی مولانا کے حق میں بے حد نوازشیں فرماتے تھے۔ مولانا جلدی جلدی حضرت شیخ کی خدمت میں آتے رہتے تھے۔ حضرت شیخ بھی جہاں کہیں جلسے یا محفل سماع میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ مولانا کو بھی ضرور طلب کرتے تھے اور مولانا ان محافل میں حاضر ہوتے تھے۔

مولانا دمشقی شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی کے مرید تھے۔ عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ بھی حضرت خواجہ صاحب سے وابستہ رہے۔ اسی ضمن میں یہ واقعہ بھی سننے کے قابل ہے۔ خواجہ عثمان سیاح، شیخ رکن الدین سہروردی بن صدر الدین بن شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے خلیفہ تھے۔ جب سلطان قطب الدین کے زمانے میں شیخ رکن الدین دہلی سے ملتان

https://www.khwajahasannizami.life

جانے لگے تو خواجہ عثمان سیاح نے شیخ رکن الدین سے عرض کیا کہ مخدوم! بندہ آپ سے اتنی دور ہے۔ اگر حکم ہو تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں اور ملتان میں سکونت اختیار کرلوں تا کہ جو کیفیات مجھ پر گزرتی ہیں، وہ آپ کی خدمت میں بیان کرتا رہوں۔ شیخ رکن الدین نے فرمایا: آنے کی ضرورت نہیں۔ تم یہیں دہلی میں رہو، شیخ الاسلام نظام الدین کی خدمت میں اپنے احوال عرض کیا کرو، پھر جو کچھ وہ فرمائیں اس پر عمل کرو۔ ان کی صحبت میں رہو اور خود کو ان کی خدمت گاری کے لئے وقف کردو۔ شیخ عثمان سیاح شیخ رکن الدین کے حکم کے مطابق شیخ الاسلام نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت شیخ رکن الدین نے بندے کو آپ کے حوالے کیا ہے۔ آپ کا کیا حکم ہے؟ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا: اچھا ہے، اور عثمان شیخ کو بہ طریق صحبت قبول کرلیا۔

حضرت محبوب الٰہی کی بزرگی وعظمت کے بارے میں انہی شیخ رکن الدین سہروردی کے اقوال اور ادراکات معاصر کتابوں میں نقل ہوئے ہیں۔

شیخ رکن الدین کے ایک خدمت گذار مولانا یوسف تھے۔ انہی کے نظر میں رہتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت شیخ رکن الدین وضو کررہے تھے۔ اور بار بار بے خود سے ہو جاتے تھے، سینے سے ایک گرم سانس نکالتے تھے۔ چند بار انہوں نے ایسا ہی کیا۔ کچھ دیر بعد جب اسی حالت سے نکلے اور وضو کرنے کے بعد تحیتِ وضو کے نفل پڑھے، میں آگے بڑھا اور عرض کیا: یہ آپ کو کیا ہوا تھا؟ فرمایا: اے یوسف! مجھے اس وقت شیخ الاسلام نظام الدین کا مرتبہ دکھایا گیا، سبحان اللہ یہ کیا عظمت ہے اور کیا بزرگی ہے اور کیا مقامات ہیں، جو ان کو دیئے گئے ہیں، شیخ الاسلام نظام الدین بہت بڑے بزرگ ہیں، وہاں تک کون پہنچ سکتا ہے۔

ایک بار محبوب الٰہی شہر میں کہیں جارہے تھے۔ راستے میں ایک برہمن کھڑا تھا جو اس کام میں کامل حال تھا اور مشغولی رکھتا تھا۔ ذکر وفکر کرتا تھا۔ جب اس نے حضرت شیخ کو دیکھا تو خدا جانے اسے کیا دکھایا گیا کہ وہ بیخود ہوگیا۔ کسی سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ اس نے شیخ کا نام بتادیا۔ پھر پوچھا: ان کا مکان کہاں ہے؟ اس نے کہا: غیاث پور میں، پھر برہمن نے سوچا کہ اس بزرگ سے ملاقات کس طرح کی جائے۔ اسی غرض سے مولانا یوسف کلاکھڑی کی خدمت میں آنا جانا شروع کیا۔ چند روز کے بعد اس نے مولانا سے پوچھا کہ آپ ہر ہفتہ میں ایک دن کے لئے غایب ہوجاتے ہیں، یہ کیا بات ہے؟ مولانا نے کہا: ہمارے ایک شیخ ہیں، ہفتے میں ایک دن رات ہم انکی خدمت میں گزارتے ہیں۔ برہمن نے کہا: کیا یہ ممکن ہے کہ آپ حضرت شیخ سے میری ملاقات کرادیں۔ مولانا نے یہ بات منظور کرلی اسے شیخ کی خدمت میں لے آئے۔ پہلے اسے دروازے پر چھوڑا اور خود شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت شیخ کے پاس خواجہ محمد امام بیٹھے ہوئے تھے۔ مولانا کو حکم ہوا: بیٹھ جایئے۔ مولانا بیٹھ گئے۔ پھر اس برہمن کی درخواست پیش کی۔ حضرت شیخ نے برہمن کو اندر بلانے کی اجازت دیدی۔ جب برہمن سامنے آیا، ادب سے سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ اور مراقبے میں چلا گیا۔ مشغول ہوگیا۔ حضرت شیخ نے خواجہ محمد کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ شخص مشغول ہوگیا۔ کچھ دیر برہمن اسی حالت میں رہا پھر مراقبے سے سر اُٹھایا۔ زمین بوس ہوا اور واپس چلا گیا۔ مولانا یوسف حیران ہوئے کہ وہ حضرت شیخ سے بات چیت کیے بغیر چلا گیا۔ حضرت

https://www.khwajanizamiji.in

شیخ نے فرمایا: مولانا اس قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جب صبح کو مولانا یوسف اپنے گھر آئے تو وہ برہمن آپ کے پاس آیا۔ مولانا نے اس سے کہا: تم نے یہ کیا کیا۔ شیخ کے سامنے مراقبے میں چلے گئے اور کوئی بات نہیں کی۔ یوں ہی واپس آ گئے۔ برہمن نے جواب دیا: میں کیا بات کرتا۔ میں مشغول ہو گیا اور چاہا کہ شیخ کے باطن کو ٹٹولوں کہ یہ کونسی نعمت ہیں جو انکی گفتگو میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ میں نے ہر چند کوشش کی مگر راستہ نہ ملا اور کسی جانب سے بھی شیخ کا باطن میں داخل نہ ہو سکا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ شیخ کے باطن میں کونسی نعمتیں ہیں اور ان کو پالینا کسی انسان کے بس کے بات نہیں۔ جب میں نے یہ دیکھا حیران ہو گیا کہ بات کیا کروں۔

سب ہی جانتے ہیں کہ فوائد الفواد حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظات کا سب سے معروف انتخاب ہے۔ اس کے جامع امیر حسن سنجری دہلوی ہیں۔ حسن سنجری شاعر تھے اور اسی کے ساتھ وہ ایک صاحبِ علم و فضل محقق بھی تھے۔ حسن سنجری نے فوائد الفواد کے اپنے مختصر سے مقدمے میں حضرت محبوب الٰہی کے بارے میں اپنے احساسات و مشاہدات بیان کئے ہیں۔ ان کی نظر میں حضرت محبوب الٰہی کے اقوال کی حیثیت ایسے پھولوں کی ہے جن پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ خواجہ راستین ہیں۔ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے فائدہ پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ فقیروں اور مسکینوں کے بادشاہ ہیں۔ آپ کے ایک خلیفہ شمس العارفین تھے۔ آپ کے پوتے محمد جمال قوام نے قوام العقاید تالیف کی ہے۔ اس میں حضرت محبوب الٰہی کی مدح میں تین شعر ہیں، جن کا ترجمہ ہے: ''سب امتوں کے شیخ، دنیائے حقیقت کے نظام جو اپنے، مردہ بندوں کو زندہ کر دینے والے نفس سے خضر و مسیح کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ جن کے جھنڈے کی نشانی اِیَّا کا نعبد ہے (تیری ہی عبات کرتے ہیں) آپ کی زبان سے الہامی باتیں نکلتی ہیں، اور ان کا الہام بھی وحی کا قائم مقام ہے۔

آپ نبی جیسی خصلتوں کے حامل ہیں۔ کمال عظمت کی بنا پر اپنی قوم میں نبی جیسے ہیں۔ آپ کا باطنِ مبارک، لوح محفوظ کے اسرار کو پڑھتا ہے۔ بڑے بڑے علماء نامور ائمہ آپ کی خانقاہ ثقلین پنا ہ کی چوکھٹ کو چوم کر بلند مرتبے تک پہنچے ہیں۔ کرامت شعار اولیاء اور مشائخ کو آپ کی قدم بوسی کی سعادت سے باوقار منزلت حاصل ہوئی ہے۔ کاش یہ سب کو برابر ملتی رہے۔

حضرت محبوب الٰہی کے معاصر اور ان کے مرید معروف مورخ ضیاء الدین برنی ہیں۔ برنی نے اپنی تاریخ فیروز شاہی میں حضرت محبوب الٰہی کی شخصیت اور تعلیمات کے نتائج کے بارے میں لکھا ہے:

''شیخ الاسلام نظام الدین نے بیعتِ عام کا دروزہ کھول رکھا تھا۔ آپ گناہ گاروں کو خرقہ پہناتے اور ان سے توبہ کراتے تھے۔ وہ اپنے ارادے سے یہ قبول کرتے تھے۔ ہر شخص کو خواہ خاص ہو یا عام، مالدار ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا متعلم، جاہل ہو یا شریف، بازاری ہو یا شہری، آزاد ہو یا غلام ہر ایک کو طاقیہ (کلاہ) عطا فرماتے، مسواک دیتے اور توبہ کراتے تھے۔ خواص و عوام کے دلوں میں نیکی اور نیکو کاری نے جگہ پکڑ لی تھی۔۔ شہر ہے غیاث پور تک مختلف مقامات پر چبوترے بنائے گئے تھے۔ چھپر ڈال دیئے گئے تھے، کنویں کھودوا دیے گئے تھے، پانی سے بھرے ہوئے مٹکے اور مٹی کے لوٹے رکھے رہتے تھے، چٹائیاں بچھی رہتی تھیں، ہر چبوترے اور چھپری میں ایک حافظ اور ایک خادم مقرر

© https://www.khwajahasannizami.life

کردیا گیا تھا۔ تاکہ مریدوں اور توبہ کرنے والوں اور نیک لوگوں کو شیخ کے آستانے تک آنے جانے میں نماز کے وقت وضو کرنے میں کوئی تردد نہ ہو۔

یہی برنی اپنا یہ مشاہدہ بھی بیان کرتا ہے کہ:

خدا تعالیٰ نے شیخ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ کو پچھلی صدیوں میں شیخ جنید رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ بایزید رحمتہ اللہ علیہ کے مثل پیدا کیا تھا۔

طوطی ہند امیر خسرو دہلوی کا تو بس نہیں چلتا کہ وہ اپنے مرشد کی شان بیان کرتے ہیں اپنا دل نکال کر دکھ دیں۔ امیر خسرو نے اپنی چند مثنویوں اور دیگر تصانیف میں اپنے اس مرشد کی مدح کی ہے، وہ مدح کرنے میں بے اختیار ہو گئے ہیں۔ وہ ایک جگہ کہتے ہیں:

''حضرت محبوب الٰہی کی نظر کیمیا اثر سے شاہ و گدا سلوک کی تسبیح میں موتی کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ جو بھی آپ کے در پر حاضر ہوا، ارادت سے، وہ زندہ جاوید ہو گیا خواہ مردہ ہی کیوں نہ رہا ہو۔''

حضرت امیر خسرو نے حضرت محبوب الٰہی کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے اس کا عنوان ہے:

مدح شیخ الطریقت، نظام الحق واحقیقہ، محمدی کہ عیسیٰ آخر الزمانش فرستادند تا دم، جان بخش اور اسلام محمدی را زسرِ زندہ گردانید، عمر جاوید بخشید

اس شیخ طریقت کی مدح جیسے عیسیٰ آخر الزماں کے طور پر بھیجا گیا ہے آپ نے اپنے جانِ بخش دم سے ''اسلام محمدی کو از سرِ نو زندہ کیا اور اسے عمر جاوید بخش دی۔

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے ایک مرید مطہر کڑہ تھے۔ مطہر نے ایک منظومے میں اپنے مرشد حضرت چراغِ دہلی تک چشتی سلسلے کا شجرہ نظم کیا ہے۔ اس میں حضرت بابا فرید کے بعد ایک شعر میں حضرت محبوب الٰہی کا ذکر ہے۔ شعر یہ ہے:

نظامِ دل ودین کہ اخلاقِ احمد
دروتعبیہ شد چودرشیر شکر

حضرت محبوب الٰہی دل اور دین کو نظم وضبط عطا کرتے ہیں۔ آپ میں اخلاق محمدی اُسی طرح ملا جلا ہے جیسے دودھ میں شکر۔

علامہ اقبال وطن سے باہر تعلیم کے لئے جاتے وقت حضرت محبوب الٰہی کی بارگاہ ابدی پر حاضر ہوئے تھے اور آپ کی تعریف وتوصیف میں کچھ شعر کہے تھے۔ ان میں ایک شعر یہ ہے:

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

امیر خسرو نے بھی اپنے ایک شعر میں حضرت محبوب الٰہی کے بارے میں یہی بات کہی ہے۔

وجود خواجہ نہ از آب و گِل گشتہ مرتب
کز جان خضر و مسیحا بہم شد مرکب

اسی طرح ہمارے دور کے ایک مورخ پروفیسر محمد حبیب ہیں جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں سیاست وتاریخ کے پروفیسر تھے۔ پروفیسر صاحب نے حضرت محبوب الٰہی کی جہانِ معرفت میں عظمت اور آپ کی تعلیمات کے دوررس اثرات کے پیش نظر، آپ کو ہندوستان کا سب سے بڑا مسلمان بزرگ بتایا ہے۔

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajahasanizami.com

نفرتوں کے موسم میں محبتوں کی بسنت بہار

از : فاروق ارگلی

محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے 719 ویں عرس پاک کے نورانی موقع پر 'حضرت نظام الدین اولیاءؒ: قومی یکجہتی اور فرقہ ورانہ ہم آہنگی' کے موضوع پر قومی سیمینار منعقد کرنے کے ساتھ ساتھ میرے عزیزم اور مرتبے کے لحاظ سے محترم خواجہ سیّد محمد نظامی صاحب نے 'نظامی بسنت کے پھول' (مطالعہ بین المذاہب) کے عنوان سے اپنے دادا حضور شمس العلماء مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کی سدا بہار بسنت کی پھولوں کی طرح قومی یکجہتی اور مذہبی رواداری کی لازوال خوشبو سے مہکتی ہوئی تحریروں کا خوبصورت مجموعہ شائع کر کے واقعی تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا ہے، اس کے لیے ان کی جس قدر تعریف و تحسین کیا جائے اور جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔ آج سیاسی تنگ نظری کی گھٹن میں یہ کتاب مصورِ فطرت کے معجز نگار قلم سے نکلی ہوئی زندہ تحریروں کا مرقع ہے، عالمی مذاہب، ہندو کی نعت، رائے بہادر کی نعت، کرشن بیتی، بھگوت گیتا، تاریخ مسیح، سکھ قوم، بابا نانک، گائے کی جان بچانے کا بیان، پریم گیتا، مسلمان اور سکھوں کا راستہ، گروگوبند سنگھ: ظفر نامہ، سکھ مذہب جیسی شاہکار تحریریں قومی یکجہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا دلوں میں اتر جانے والا پیغام دے رہی ہے۔

حضرت خواجہ حسن نظامی نے ایک سچے عالم دین، مفسر قرآن اور بلند مرتبہ صوفی ہوتے ہوئے جس کشادہ ذہنی کے ساتھ ہندو، سکھ، بودھ، عیسائی وغیرہ مذاہب اور ان کے پیشواؤں کے تئیں عقیدت و احترام کے ساتھ اپنے خیالات و افکار کو ظاہر کیا ہے یہ وہی پیغام ہے جو حضرت غریب نواز سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور ان کے بعد تمام صوفیائے کرام کا بنیادی نظریہ ہے۔ اس نظریہ کو تصوف کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، یعنی توحید و رسالت، قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعت و طریقت پر قائم رہتے ہوئے بلا لحاظ مذہب و ملت تمام بنی نوع انسان سے محبت، انسانی اقدار کی پاسداری، سماجی اور معاشرتی ہم آہنگی اور امن و آشتی کا راستہ۔

بدقسمتی سے موجودہ وقت میں ایک منفی نظریہ اور تنگ نظر سیاست ہزار سالہ ملی جلی تہذیب کو مٹانے کے درپے ہے اور اس ناپاک مقصد کے لیے نئی تاریخ مرتب کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ایسے میں ہمیں اپنی صدیوں پرانی تاریخ کو ایک بار پھر سے سرسبز و شاداب کرنے کی ضرورت ہے جس کی جڑیں ہمارے ملک کی مشترکہ سماجی زندگی میں اتنی گہرائی تک پیوست ہیں کہ منفی سیاست خواہ کچھ بھی کر لے اس رنگا رنگ گلدستے کو کسی ایک مخصوص رنگ میں رنگنا اس کے لیے ناکامی، شرمندگی اور ذلت کا باعث ہی ہو سکتا ہے۔

حضرت محبوبِ الٰہی کی حیات اور تعلیمات پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ جہاں ایک ولی کامل کی صورت میں محبوبِ بارگاہِ الٰہی ہیں تو دوسری طرف آپ کی ذاتِ گرامی وسیع و عریض

© https://www.khwajahasannizami.co

ہندوستان میں بسنے والی ہر قوم کے لیے انسانی محبت، یکجہتی اور مذہبی رواداری کا مینارۂ نور ہے۔ نفرت کی تاریخ اختراع کرنے والوں کو یہ روحانی روشنی آگاہ کر رہی ہے کہ اس سچائی کو کیسے مٹا سکو گے جس نے پچھلی آٹھ نو صدیوں سے بھارت کی دھرتی پر ہر مذہب، ہر دھرم، ہر عقیدے اور ہر تہذیب کو پوری شان کے ساتھ زندہ و تابندہ رکھا ہے۔ کیا اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ انگریز کی غلامی، سیاسی سازشوں سے ملک کی تقسیم اور فسادات کی بربادی کے باوجود اسی ملی جلی تہذیب نے ہمارے ملک کو دُنیا کا بہترین سیکولر جمہوریہ بنائے رکھا ہے۔ اقتدار کی ہوس میں 'بانٹو اور حکومت کرو' کی انگریز ذہنیت پر عمل پیرا ہو کر اس خوبصورت تانے بانے کو تار تار کرنے والی ذہنیت کاش اس صداقت کو سمجھ سکے کہ یہ سرزمین صدیوں سے سادھو سنتوں، اللہ کے ولیوں اور صوفیائے کرام کا مسکن ہے جن کی تعلیمات بھارت واسیوں کا سب سے بڑا اور قیمتی سرمایہ ہیں۔ آپسی بھائی چارہ اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی اس صوفیانہ روایت نے بلاتفریق ہر ہندوستانی کو الگ الگ رنگ اور الگ الگ سائز کے موتیوں کی طرح ایک دھاگے میں پرو کر یہ خوبصورت مالا دُنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ دیش کا کوئی وِدوان، کوئی گیانی، کوئی تھِنک ٹینک اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ ہندوستان کی آواز ہندی بھاشا اور اس کی سگی بہن اُردو زبان کے بنیادگزار حضرت امیر خسرو کی علمی، تحقیقی اور لسانی ریاضت درحقیقت حضرت محبوبِ الٰہی کے عظیم روحانی اور انسانی مشن کا ہی ایک اہم حصہ ہے۔ حضرت امیر خسرو نے اس ملک میں ذہنی، تہذیبی، مذہبی اور سماجی یکجہتی کی مضبوط بنیاد رکھنے کے لیے اپنی مشہور عالم تخلیقات میں ہندو قوم اور اس کے مذہبی عقائد، رسم و رواج اور طرزِ معاشرت کی جس قدر تعریف کی ہے کیا وہ یہ سب کام اپنے مرشد حضرت محبوبِ الٰہیؒ کی مرضی اور خوشنودی کے بغیر کر سکتے تھے؟ جبکہ ان کی ہر تخلیق حضرت محبوبِ الٰہیؒ کی نظروں سے گزر کر ہی خاص و عام تک پہنچتی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ حضرت امیر خسرو نے اپنی حب الوطنی اور تمام اہل وطن سے محبت میں جو شاندار علمی و تخلیقی کارنامے انجام دیئے وہ پوری طرح ان کے مرشد حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے دُوررس نظریے کی مکمل ترجمانی ہے۔

مذہبی رواداری، کشادہ ذہنی اور اعلیٰ انسانی قدریں صوفیائے کرام کی روحانی مزاج کا جزوِ لاینفک رہی ہیں، یہ ان اللہ والوں کی وسعتِ نظر تھی کہ ہر بات اور ہر چیز میں وہ حقیقت کے جلوے دیکھ لیتے تھے۔ حضرت محبوبِ الٰہیؒ کا یہ واقعہ تو ساری دُنیا جانتی ہے کہ ایک بار حضرت محبوبِ الٰہیؒ ور حضرت امیر خسرو جماعت خانے کی چھت پر تشریف فرما تھے، حضرت محبوبِ الٰہیؒ نے دیکھا کہ جمنا کے کنارے بہت سے ہندو مرد، عورتیں اشنان کرنے اور پوجا پاٹھ کرنے میں مشغول ہیں۔ حضرت نے اپنے معبود کے تئیں ہندوؤں کی اس عقیدت اور محویت کو دیکھ کر فرمایا:

ہر قوم راست راہے دینے وقبلہ گاہے

مرشد کی زبانِ مبارک سے یہ مصرع سنتے ہی حضرت امیر خسرو بے خود ہو گئے، اُسی عالم میں برجستہ مصرع عرض کر دیا:

من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے

اُس وقت حضرت محبوبِ الٰہیؒ کی کلاہِ مبارک ترچھی تھی۔ حضرت امیر خسرو نے اپنے مرشد کی کلاہ سیدھی کر کے گویا اپنے قبلے کو سیدھا کر لیا لیکن حضرت کی زبانِ مبارک سے جو بات نکلی تھی کہ ہر قوم اپنے سیدھے راستے پر چلتی ہے اور سب کا اپنا دین اور قبلہ یا تیرتھ استھان ہیں، کس قدر بلیغ اور بامعنی تھی۔ ملک کے نامور ماہرِ تصوف پروفیسر شمس طہرانی اپنے ایک مقالے 'خواجگانِ چشت کا عشق کلامِ

https://www.khwajahasannizami.info

خسرو کے آئینے میں' حضرت کے اس ارشاد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت محبوبِ الٰہیؒ کے مذکورہ فقرے میں مذہبی رواداری کا ایک بے پایاں سمندر سمٹ آیا ہے۔ اس مصرع میں ہندوؤں کی بت پرستی میں محویت کے وصف کا جو اظہار کیا گیا ہے اُسے تملق یا خوشامد پر محمول نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ وہ زمانہ مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کے سورج کو نصف النہار پر ضیابار کررہا تھا۔ دراصل یہ مصرع 'ہر قوم راست راہے، دینے و قبلہ گاہے' خواجگانِ چشت کی اسی بنیادی فکر کا آئینہ دار ہے جو ہندوستان کی تہذیب کے جلوۂ صد رنگ سے ہمکنار ہے، جو گلستانِ ہند میں ہر قسم کے گلہائے رنگارنگ دیکھنے کو تیار ہیں۔ ان گلہائے رنگارنگ میں اختلافِ رنگ و بو کے باوجود زینت چمن کا سامان موجود ہے۔ بقول استاد ذوقؔ:

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوقؔ اس جہاں میں زیب اختلاف سے

مخالفینِ اسلام کی طرف سے اکثر زور دے کر یہ بات کہی جاتی ہے کہ مسلم بادشاہوں نے تلوار کے زور پر اپنے مذہب کو پھیلایا لیکن تاریخی سچائی اس کے بالکل برعکس ہے۔ مسلم حکمراں صرف اپنی حکومت چلانا چاہتے تھے اور یہ عمل امن اور یکجہتی کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ ہندوستان میں ایک آدھ کو چھوڑ کر مسلم بادشاہوں کو مذہب سے زیادہ سروکار کبھی نہیں رہا اور نہ انھوں نے اسلام کے فروغ کی کوئی باقاعدہ کوشش کی۔ یہ عمل تو بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کا تھا، جنھوں نے سلطنت اور عوام کو بلالحاظ مذہب وملت محبت اور اخوت کے رشتے میں باندھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان بوریہ نشین تاجداروں کے سرخیل اور سرتاج غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں جن کی مذہبی رواداری اور دلداری کا اندازہ اسی بات سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ خواجہ صاحب نے یک رنگی و یکسانیت پیدا کرنے کے لیے ہندو سنیاسیوں کی طرح گیروا لباس زیب تن فرمایا۔ انھوں نے ہندو قوم کے مذہبی جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی خانقاہ میں گوشت کا استعمال ممنوع قرار دیا۔ آج بھی غریب نواز کے دربار میں گوشت کا دخل نہیں ہے، وہاں آج بھی قوم اور مذہب کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ یہ وہی تعلیم تھی جو حضرت محبوبِ الٰہیؒ تک پہنچی جن کی بارگاہ کی برکات ہندو، مسلمان، سکھ، بودھ، پارسی، عیسائی، امیر، غریب، اعلیٰ، ادنیٰ سب کے لیے عام تھی اور آج بھی ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ چشتی بزرگوں نے ہی ہندوؤں کے بھجن کیرتن کی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور عظمت رسول کی نغمہ سرائی کے لیے سماع کا طریقہ رائج کیا۔ اس فن شریف کو اپنے مرشد حضرت محبوبِ الٰہیؒ کی رضا وخوشنودی سے حضرت امیر خسرو نے 'قول' یا 'قوالی' کے نام سے پروان چڑھایا۔

حضرت محبوبِ الٰہیؒ کی سرپرستی میں مذہبی ہم آہنگی اور فرقہ وارانہ یکجہتی کی جو شاندار روایت حضرت امیر خسرو سے شروع ہوئی اُسے آگے بڑھاتے ہوئے ہی صوفیائے کرام نے ہندو سادھو سنتوں کی بہت سی ایسی باتوں کو اپنالیا جن سے اسلامی شریعت پر حرف نہ آتا ہو، ٹھیک اُسی طرح ہندو بزرگوں نے بھی مسلمانوں کے بہت سے طور طریقے اپنا لیے۔ مقصد ایک ہی تھا، ہندوستان میں یکجہتی اور اتحاد کا ماحول قائم رہے اور مشترکہ تہذیب کو فروغ حاصل ہوتا رہے۔ اسی

https://www.khwajahasannizami.in

نظامی خسروی روایت سے روشنی پا کر اسلامی ہند میں بھکتی تحریک کا آغاز ہوتا ہے، سنت کبیر، گرونانک، چیتنیہ مہاپربھو، سنت روی داس، میرابائی، سنت تکارام اور بہت سے سنتوں کے ساتھ ساتھ مسلمان بزرگوں نے بھی اس تحریک کو آگے بڑھانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ یہ بات کس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ کرشن جی کی ماورائی شخصیت صوفیائے کرام کے لیے بھی اُتنی ہی پرکشش ثابت ہوئی جتنی ہندو سادھو سنتوں کے لیے تھی۔ صوفیائے کرام بھی کرشن جی کی ذات میں عشق حقیقی کے جلوے دیکھنے لگے۔ لاتعداد مسلم بزرگوں میں حضرت برہان الدین جانم، گجرات کے برگزیدہ صوفی شاعر حضرت قاضی محمود دریائی اور ان کے بعد عہد مغلیہ میں محمد ابراہیم رسکھان، عبدالرحیم خانخاناں، اٹھارہویں صدی کے عارف باللہ حضرت شاہ کاظم قلندر کاکوروی تک کرشن بھکتی اور رام بھکتی سے لبریز ہندی اور اُردو شاعری و مشترکہ ادب اور تہذیب کا جو انمول خزانہ موجود ہے اُسے دُنیا کی کوئی سیاست ہندوستانیوں سے چھین نہیں سکتی۔ یہ اُن صوفی بزرگوں کی ہی شاندار روایت ہے کہ بھارت کے ہندو شعراء نعتیں، سلام اور مرثیہ لکھتے ہیں اور مسلمان رام، کرشن، رادھا اور سیتا کے بھجن تخلیق کرتے ہیں۔ یہ صوفیائے کرام کی ہی تعلیم کا اثر ہے کہ شاعر اسلام علامہ اقبال کہہ اُٹھتے ہیں:

ہے رام کے وجود سے ہندوستاں کو ناز
اہلِ نظر سمجھتے ہیں اُن کو امامِ ہند

ہمارے اُردو، ہندی ادب میں ایسی خوبصورت مثالیں اتنی ہیں کہ جنھیں بیان کرنا ایک مضمون تو کیا پوری کتاب میں بھی ناممکن ہے۔ بقول خواجہ حسن ثانی نظامی: ''رات چھوٹی اور رامائن بڑی''۔ ایسی باتیں سوچتے ہوئے لامحالہ مصورِ فطرت خواجہ حسن نظامی کی یاد ذہن میں روشن ہوجاتی ہے، جو نظامی خسروی روایات کے سچے وارث اور امین تھے۔ خواجہ صاحب نے قومی یکجہتی اور مشترکہ تہذیبی ہم آہنگی کے جذبے سے سرشار ہوکر ہی سالہا سال تک سادھو سنیاسیوں کے ساتھ صحرانوردی اور کوہ پیمائی کی اور بالکل حضرت امیر خسرو کی طرح ہندو قوم کے روحانی مزاج اور فلسفے کو سمجھنے کی کوشش کی۔ ان کی زندہ تحریریں آج بھی 'نظام بسنت کے پھولوں' کی طرح مہک رہی ہیں۔ یہ کتاب جو آج نئے انداز میں خواجہ سیّد محمد نظامی نے پیش کی ہے وہ اُس واقعہ کی یاد تازہ کررہی ہے جسے بار بار دہرانے کو جی چاہتا ہے کہ ایک بار اپنی ہمشیرہ کے پوتے کے اچانک انتقال کرجانے کی وجہ سے حضرت محبوبِ الٰہیؒ بیحد رنجیدہ تھے، وہ بچہ انھیں بیحد عزیز تھا، خدام اور مریدین پریشان تھے کہ کس طرح حضرت کو صدمے سے باہر لایا جائے، وہ بسنت کا موسم تھا۔ حضرت امیر خسرو نے سرسوں کے زرد پھول اپنے عمامے میں سجائے اور حضرت کے سامنے حاضر ہوگئے۔ ان کو دیکھ کر حضرت محبوبِ الٰہی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی اور مزاج ورطۂ رنج و الم سے باہر آ گیا، اُسی دن سے چشتیہ خانقاہوں میں بسنت کا تہوار مسرت اور روحانی احساسات کے ساتھ منایا جانے لگا۔ حضرت امیر خسرو کے بسنتی نغمے ساڑھے سات سو برسوں سے بھارت کی فضاؤں میں محبت اور یکجہتی کا رس گھول رہے ہیں۔ موجودہ سیاسی ماحول میں خزاں رسیدہ نفرتوں کا یہ موسم عارضی ہے، محبت و یکجہتی اور امن و آشتی کی بسنت بہار کو آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ 'نظامی بسنت کے پھول' نئے انداز میں کھلانے کے لیے خواجہ سیّد محمد نظامی کا ایک بار پھر سے شکریہ۔

(حضرت محبوبِ الٰہیؒ کے 719 ویں عرس کے موقع پر منعقد سیمینار میں پڑھا گیا)

©https://www.khwajahasannizami.info

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

از : پروفیسر ڈاکٹر فخر الدین نظامی، حیدرآباد

سلطان المشائخ کی دعائیں:

سیر الاولیاء میں منقول ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ (جعفر خالدیؒ) کے پاس ایک نگینہ تھا۔ وہ ایک دن کشتی پر سوار ہوئے۔ جب ملاح کو اسکا کرایہ دینے کیلئے کپڑا کھولا تو اتفاقاً وہ نگینہ کپڑے میں سے پھسل کر دریائے دجلہ میں گر پڑا۔ جعفر خالدیؒ کو ایک مجرد دعا یاد تھی۔ انہوں نے اس دعا کو پڑھا۔

کچھ دن بعد ایک کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے وہ نگینہ اس کتاب کے اوراق میں ملا۔ وہ دعا ے ہے۔

یا جامع الناس لیوم لاریب فیه اِجمع علی ضآلتی

سیر الاولیاء میں منقول ہے کہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ ابتدائی زمانہ میں جب وہ علم حاصل کرنے میں مشغول تھے اور آپ کو استغراق کا غلبہ تھا، تو شیخ العالم حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے ان سے فرمایا کہ اے نظام الدین! کیا تمہیں یہ دعا یاد ہے۔

محبوب الٰہی نے عرض کی نہیں۔ تب شیخ بابا صاحب نے فرمایا کہ اس دعا کو یاد کرلو اور اسے ہمیشہ پڑھا کرو، یہاں تک کہ میں تم کو اپنا خلیفہ بناؤں۔

اس لئے اس دعا کو سلسلہ چشتیہ نظامیہ عالیہ میں دعائے فریدی کہتے ہیں اور ہر حلقہ ذکر، حلقہ شریف اور فاتحہ خوانی میں اس کو ضرور پڑھتے ہیں۔

دعائے فریدی

یَا دَائِمَ الْفَضْلِ عَلَی الْبَرِیَّۃْ

یَا بَاسِطَ الْیَدَیْنِ بِالْعَطِیَّۃْ

اے مخلوق پر ہمیشہ فضل وکرم کا مینہ برسانے والے۔

اے دونوں ہاتھ (سے مانگتوں) کو عطیوں سے بخشنے والے۔

یَا صَاحِبَ الْمَوَاھِبِ الْسَّنِیَّۃْ

یَا دَافِعَ الْبَلَآ ءِ وَالْبَلِیَّۃْ

صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ الْبَرَرَۃِ الْنَّقِیَّۃ

اے بابزرگ وبلند عطیات کے مالک

اے بلا اور آفت کے ٹالنے والے

محمدؐ اور ان کے نیک کار پاکیزہ اولاد پر رحمت نازل فرما۔

وَاغْفِرْلَنَا بِالْعِشَآءِ وَالْعَشِیَّۃْ

رَبَّنَا تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ

وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ

اور ہمیں صبح وشام بخشش کا خلعت عنایت کر

خداوندا ہمیں اسلام کی حالت میں موت دے

اور نیک بختوں کے زمرے میں شامل کردے

وَصَلِّ عَلیٰ جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآ ءِ وَالْمُرْ سَلِیْنَ

وَعَلیٰ مَلَآ ئِکَۃِ الْمُقَرَّ بِیْنَ

اور تمام انبیاء ومرسلین پر رحمت نازل فرما

اور مقربین فرشتوں پر بھی

وَسَلِّمْ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

© https://www.khwajahasannizami.in

اوراُن پر بکثرت سلام بھیج اپنی رحمت کے ساتھ اے رحم کرنے والوں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

بہ موقع عرس محبوب الٰہی

سیر الاولیا میں منقول ہے کہ مولانا ''وجیہ الدین پائلی'' کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات تھی اور انہیں کے اشارے پر وہ سلطان المشائخ کے مرید ہوئے ایک دفعہ یہ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب یہ جماعت خانہ میں آئے اور دستر خوان پر بیٹھے تو ان کے جوتے کوئی اُٹھا لے گیا۔ سلطان المشائخ کو جب یہ خبر پہنچائی گئی تو آپ نے اپنے خاص نعلین مبارک ان کے لئے بھجوائے۔ مولانا آپ کے جوتوں کو بوسہ دیتے ہوئے باہر آئے اور انہوں نے اپنی دستار مبارک کا ایک پیچ کھول کر جوتوں کو اس میں رکھ کر دستار میں باندھ لیا اور ننگے پاؤں اپنے گھر روانہ ہوئے۔ مریدوں نے اُن کو برہنہ پاؤں دیکھ کر پوچھا کہ سلطان المشائخ نے یہ جوتے اس لئے عنایت فرمائے تھے کہ آپ ننگے پاؤں نہ جائے لیکن آپ ننگے پاؤں جارہے ہیں؟

مولانا نے فرمایا کہ یہ جوتے تو میرے سر کا تاج ہیں، جو آج سلطان المشائخ کی طرف سے مجھے انعام میں ملے ہیں۔ میری کیا مجال ہے کہ میں اُن کو پاؤں میں پہنوں، میں ان کو اسی طرح اپنے سر پر رکھ کر اپنے گھر جاؤں گا۔

الغرض اس کی اطلاع سلطان المشائخ کو پہنچائی گئی کہ مولانا وجیہہ الدین آپ کے جوتوں کو سر پر رکھ کر جارہے ہیں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ مولانا سے کہو کہ وہ پہلے یہاں سے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ ولعزیز کے روضۂ مبارک کی زیارت کے لیے جائیں۔

چنانچہ مولانا آپ کے ارشاد کے مطابق شیخ الاسلام قطب الدینؒ کے روضۂ مبارک کی زیارت کے لئے گئے۔ جب وہ شیخ الاسلام قطب الدینؒ کے مقبرے پر پہنچے تو وہاں اپنے جوتوں کو رکھا ہوا پایا۔

سکھ کا حلیہ

لمبا تڑنگا، لمبے بال والا، کیس کنگھا، کچھ کڑا، کرپان پانچ کاف کو پاس رکھنے والا، ہندو سے نکلا ہے، اسلام کے خیالات ومراسم ولٹریچر سے اپنا قومی ڈھانچہ تیار کیا ہے، اور بہت اچھا تیار کیا ہے۔

جسم مضبوط، دل قوی، مزاج کا ضدی، بات کا پورا، اس کو جس پہلو سے الٹو ہر رخ سے سکھ نظر آتا ہے، بہادر ہے، فیاض ہے، فضول خرچ ہے، کل کے فکر سے غافل ہے، مگر خوب محنت کرسکتا ہے، اور کبھی نکما نہیں رہتا۔

روزی کے لئے ہر ملک میں پہنچ جاتا ہے اور سب کام کرلیتا ہے، پہلے دودھ لسی پیتا تھا اب چائے پیتا ہے، تمبا کو کا دشمن ہے، اس لئے شراب سے دوستی کرلیتا ہے۔

اپنے مذہب کا پابند ہی نہیں عاشق ہے، اور اس کے مذہب نے اس کی زندگی کو اچھا بنانے کا کوئی قاعدہ باقی نہیں چھوڑا، اس کے نام بھی مقرر ہیں اور کام بھی مقرر ہیں، اور وہ ان مقررشدہ قواعد کا پابند نظر آتا ہے، اس لئے عزت حاصل کرتا ہے۔

(حضرت خواجہ حسن نظامیؒ)

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajahasannizami.life

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ، قومی یکجہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی

از: ملا درویش محی الدین خالد نظامی، ادونی، آندھرا پردیش۔

سلسلہ عالیہ حیثہ کے عظیم صوفی بزرگ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ جنہوں نے روحانیت کے نور سے سارے ہندوستان کو منور فرمایا۔ آپ کی خانقاہ رشد و ہدایت کا مرکز روحانیت اور انسانیت کا عظیم سرچشمہ ہے جس سے لاکھوں بندگان خدا سیراب ہوتے تھے۔ آپ کی دعاؤں سے دکھی انسانوں کے دلوں کو سکون حاصل ہوتا تھا، قیدیوں کو رہائی ملتی تھی مفلس غرباء و مساکین کے لئے لنگر عام ہوتا تھا آپ کی خانقاہ سے غرباء اور محتاجوں اور ضرورت مندوں کی دل کھول کر امداد کی جاتی تھی جو بھی حاجت مند آتا اس سے اس کا نام، دھرم، مذہب یا ذات نہیں پوچھی جاتی بلکہ اس سے اس کی حاجت پوچھی جاتی تھی۔ آپ کی خانقاہ میں ہندو مسلم کا فرق نہیں کیا جاتا۔ آپ کا فیضان رحمت سب پر برابر ہوتا تھا۔ آپ کی خانقاہ میں روحانیت، انسانیت، قومی یکجہتی، حب الوطنی، ایک دوسرے کے مذاہب کا احترام کرنے کی تعلیم دی جاتی تھی۔ آپ کے دستر خوان پر بے شمار نعمتیں سجی ہوتیں اور ہزاروں افراد، فقراء بلا مذہب وملت آپ کے لنگر سے کھانا کھاتے تھے آپ کے لنگر میں غیر مذاہب کے لوگوں کے کھانے کا بھی اہتمام ہوتا تھا۔ جہاں کھانا کھلایا جاتا وہ جگہ بہت پاک اور صاف ہوتی تھی۔ صرف مسلمان ہی کھانا کھا رہے ہوں تو ایک برتن میں کھانا پروسا جاتا اور جب کوئی ہندو بھائی کھانے میں شریک ہوں تو کھانا ہر ایک کو الگ الگ برتنوں میں دیا جاتا تھا۔ اس پر چند قلندروں نے اعتراض کیا اور کہا کہ مسلمانوں کے ہاں یہ دستور ہے کہ ایک برتن میں مل جل کر کھانا کھاتے ہیں اور جس برتن میں بہت سے آدمی شریک ہوں اس کھانے میں خدا کی برکت نازل ہوتی ہے۔

حضرت مولانا برہان الدین غریب رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "خدا فرماتا ہے تم کو اجازت ہے چاہے ایک برتن میں مل کر کھاؤ چاہے الگ الگ کھاؤ۔" حضرت مولانا برہان الدین غریب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا حضور محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی ایک برتن میں کئی کئی آدمی جمع کیے اور جب کوئی ہندو مہمان ہوتا تو الگ الگ برتن میں کھانا کھلایا جاتا۔ حضور محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا "اگر سالن شوربہ والا ہو تو ایک برتن میں کئی آدمیوں کا شریک ہونا صفائی اور پاکیزگی کے خلاف ہے۔ سالن سوکھا ہو تو کئی آدمی ایک برتن میں شریک ہو کر کھا سکتے ہیں۔"

حضور محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کا غیر مذہبی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری سے متعلق زمانہ طفلی کا واقعہ یوں ہے کہ "جب آپ طالب علم تھے۔ مکتب سے اپنے گھر جا رہے تھے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ آپ کی عمر کا ایک ہندو راجہ کا لڑکا جس کو قیدی بنا کر لائے تھے وہ سردی سے کانپ رہا تھا۔ آپ نے اس ہندو راجہ لڑکے کو اپنا فرغل اتار کر پہنا دیا جب کہ آپ کے پاس ایک ہی فرغل تھا۔

قومی یکجہتی کی ایک مثال پیش خدمت ہے۔ اس زمانے میں بادشاہ جس طرح مسلمانوں پر ظلم کرتا تھا اسی طرح ہندوؤں پر بھی ظلم کرتا تھا۔ مسلمانوں کو کہیں نہ کہیں پناہ مل جاتی تھی جب ہندوؤں پر ظلم کرتا تو ہندو بھائی حضور محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں آکر پناہ لے لیتے تھے اس لئے کے بادشاہ کو حضور محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں آنے کی اجازت نہیں تھی۔

فوائد الفواد حضور محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے روح پرور ملفوظات میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ "خلقت کا معاملہ تین طرح کا ہے پہلی قسم یہ ہے کہ آدمی سے نہ تو کسی کو فائدہ پہنچے نہ نقصان ایسے لوگوں کا حال جماد (پتھر) وغیرہ جیسا ہے۔ دوسری قسم کے وہ جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے نقصان نہیں اور یہ ذرا بہتر ہے۔ تیسری ان دونوں سے اچھی ہے اور وہ ایسے آدمیوں کی ہے جن سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے لیکن اگر کوئی انہیں نقصان پہنچاتا ہے تو وہ اس کا بدلہ نہیں لیتے اور برداشت سے کام لیتے ہیں اور یہ صدیقوں کا کام ہے۔"

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajanizamlife

محبوب الٰہی یعنی اللہ کے محبوب

از: مولوی حافظ محمد ہارون نظامی، ناندیڑ
(فاضل جامعہ نظامیہ، حیدرآباد)

بخاری شریف کی حدیث مبارکہ ہے۔ جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہے وہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت کرتا ہے۔ تو جبریل کو آواز دیتا ہے کہتا ہے: جبریل مجھے فلاں بندے سے محبت ہوگئی ہے فلاں مجھے اب بڑا محبوب لگنے لگا ہے، پس تو ایسا کر کے تو بھی اس سے محبت کرنا شروع کر دے۔ تو اب جبریل بھی اس سے محبت شروع کر دیتے ہیں۔ پھر جبریل آسمانِ دنیا میں ندا دیتے ہے اے آسمان میں رہنے والو سب سن لو، بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تو اے آسمان والو! اب تم بھی فلاں شخص کو اپنا محبوب بنالو اس سے محبت کرنا شروع کر دو۔ اب آسمان والے بھی اس شخص سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

گویا کہ اللہ تعالی یہاں پر کہہ رہا ہے اے آسمان کے فرشتوں اے حور و ملائک اے میکائیل اسرافیل اے منکر نکیر اے رضوان و مالک دیکھ لو یہ میرا محبوب بندہ ہے اب اس سے جب کبھی تمہارا کوئی سابقہ گزرے تو خیال رکھنا کہ اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو کہ یہ اللہ کا محبوب ہے۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ اللہ کے مقرب بندوں کی اس کے محبوبین کے محبت کی یہ کہانی زمین سے شروع نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ تو عالم ملکوت سے نازل ہوتی ہے۔ اگر یہ داستانِ محبت زمین سے شروع ہوئی ہوتی تو تب یہ ممکن تھا کہ اہل زمیں مل جل کر فتوے دے کر رکاوٹیں ڈال کر اس داستاں محبت کو ختم بھی کر لیتے۔ لیکن محبت کی یہ کہانی تو زمینی کہانی ہے ہی نہیں۔ یہ تو لامکانی کہانی ہے۔ تو اہل زمیں اس کو کیسے ختم کر سکتے ہیں۔

پھر حضرت ابوھریرہ فرماتے ہیں: پھر اس بندہ کی قبولیت کو اس کی محبت کو لوگوں کے دلوں میں وضع کر دیا جاتا ہے۔ (وضع کہتے ہیں تیار کرنے، مرتب کرنے، قرار پکڑنے کو،) یہ محبت ہر انسان کے دل میں نہیں ڈالی جاتی۔ کیونکہ بہت سے لوگ تو انہیں پتھر مار رہے ہوتے ہیں۔ بیشمار لوگ ان کو گالیاں دے رہے ہوتے ہیں۔ اور کتنے تو ان کو مشرک زِندیق یا کافر کہہ رہے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے محبوبین کی محبت ہر ایک کے دل میں نہیں ڈالی جاتی بلکہ ان کی محبت کے لئے ایسے دل تلاش کیے جاتے ہیں ایسے دلوں کو مرتب کیا جاتا ہے تیار کیا جاتا ہے جن کے دل پہلے سے اللہ کی محبت کا دم بھرتے ہوں۔ اللہ کی محبت میں تڑپنے والے مچلنے والے دلوں کو اللہ تعالی اپنے محبین کی محبت کے لیے چن لیتا ہے اور پھر ان محبوبین کی محبت کو ان کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

کبھی آپ نے غور کیا کہ آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس دور میں اپنوں کے لیے وقت نکالنا مشکل ہو گیا ہے۔ وہیں ہم ان محبوبین کی بارگاہ میں اپنی حاضری دینا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں اپنی خوش نصیبی سمجھتے ہیں جب کہ ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں کوئی رشتہ نہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالی نے ہمارے دلوں میں ان کی محبت ڈال دی ہے اور ہم ان خوش نصیبوں میں سے ہیں کہ جن کے دل اس قابل بنائے

© https://www.khwajasamiami.in

گئے ہیں کہ ان دلوں میں اللہ کی محبوبین کی محبت قائم رہ سکتی ہے۔اور محبوبین کی یہ محبت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ہمارے دل پاکیزہ ہیں کیونکہ اس کے لئے پاکیزہ اور با ادب دل چنے جاتے ہیں۔ان کی محبت تو صرف اسی دل میں رکھی جاتی ہے جو ان کی محبت کا پاس رکھ سکیں۔کہ پاک چیزیں پاکیزہ برتنوں میں ہی رکھی جاتی ہیں۔تو جو دل محبت خدا کی تڑپ سے خالی ہوں اس میں محبوب کے محبت کی شیرینی نہیں رکھی جاسکتی۔محبت بڑی غیرت مند چیز ہوتی ہے۔اسی لیے رب العالمین نے اپنے محبوبین کے تعلق سے ہمیں خبردار کرتے ہوئے کہہ دیا ہے کہ:

من عادل ولاً فقد آذنت بالحرب۔۔۔صحیح بخاری۔۔۔

کہ جس شخص نے میرے کسی ولی یا دوست سے دشمنی کی، میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔۔۔اللہ اکبر۔

یہی وجہ ہیکہ نبی کریم علیہ الصلاہ والسلام نے ہمیں ان الفاظ میں دعا مانگنے کی تلقین فرمائی جو ترمذی شریف میں آئی ہے۔فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَن یُّحِبُّکَ.

اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں (یعنی مانگتا ہوں)،اور اس شخص کی محبت مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔

اللہ کے محبوبین کی محبت اتنی قیمتی چیز ہے کہ خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس شخص کی محبت حاصل کرنے کی دعا تعلیم فرما رہے ہیں۔۔۔تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اللہ کے محبوبین سے محبت کرنے کی تڑپ اپنے دل میں پیدا کرے۔کہ اس کی برکت سے اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت بھی نصیب ہوگی۔اور ہماری عاقبت بھی بخیر ہو جائیگی۔ان شاءاللہ۔

حضرت نظام الدین اولیا بھی اللہ کے ایک محبوب ہیں۔جنہیں دنیا محبوب الٰہی کے نام سے پکارتی ہے۔اور اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ان سے وابستہ کیا۔سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت ہونے کی توفیق وہدایت دی۔ان کی محبت ہمارے دلوں میں رکھی۔اللہ سے دعا ہیکہ کل حشر کے دن بھی ان کی معیت نصیب فرمائے۔آمین

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajahasannizami.in

ولادت باسعادت : 22/ نومبر 1978ء کو اللہ تعالیٰ نے میرے چھوٹے بھائی خواجہ مہدی نظامی کو فرزند عطا فرمایا۔ان کی بیوی سیدہ گل رعنا نے بچہ کی ولادت سے قبل خواب میں حضور سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تھی۔اس خواب کی وجہ سے نیز اس مناسبت سے کہ ہمارے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کا اسم گرامی بھی سید محمد تھا اور ہمارے جلد اعلیٰ خواجہ سید محمد امام نظامی تھے۔نومولود کا نام سید محمد



نظامی رکھا گیا ہے۔سید محمد سے پہلے اللہ تعالے نے مہدی میاں کو ایک لڑکی عطا فرما چکا ہے جو اب ماشاءاللہ چار سال کی ہے۔اور سیدہ غزالہ اس کا نام ہے۔اس بچی کی پیدائش 17/فروری 1975ء کو ہوئی تھی۔

(ماہنامہ منادی نئی دہلی جلد54 شمارہ نمبر2-1)

مُرید

از: حضرت خواجہ حسن نظامیؒ

تفریق سے جہاد: رات ہے۔ تاروں سے پُرنور چاند کی شعاعوں سے چمکیلی۔ دو بجے ہیں۔ سب سوتے ہیں۔ معبود جاگ رہا ہے۔ اس کا بندہ بھی جاگا ہے۔ رمضان کی بیسویں گرز گئی۔ علی مشکل کشا علیؓ امام الکل، علیؓ روح الاولیاء، علی ہیکل لاہوت، علیؓ شیر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کا وقت آ گیا۔ سردی جسم کو تھرتھرا رہی ہے۔ علیؓ کی یاد روح کو گرما رہی ہے۔

وہ علیؓ جو ابوطالب کے لختِ جگر تھے۔ وہ علیؓ جو رسول ﷺ الکل کی گود میں پلے تھے۔ وہ علیؓ جو سب سے پہلے اسلام کے آگے جھکے تھے۔ وہ علیؓ جو ہجرت کی رات رسول ﷺ کی چادر اوڑھ کر رسول ﷺ کے بستر پر لیٹے تھے۔ وہ علیؓ جو بدر میں کفّار اشرار، اغیار کے سرداروں کا سر کاٹنے میں سب سے آگے تھے۔ پھر اُحد میں، خندق میں، خیبر میں جن کی تلوار نے اسلام کی ہر حریف قوت کو زیر و مغلوب کیا تھا۔

وہ علیؓ جو اپنے بھائی اور اپنے معنوی باپ اور اپنے خُسر اور اپنے رسول ﷺ کی وفات کے بعد لَحمُکَ لَحمی ۔ دَمُکَ دَمِیْ کی شان دکھا رہے تھے۔ وہ علیؓ جو حیدر تھے۔ صفدر تھے، ابوتراب تھے، ابوالحسن تھے، فاطمہؓ بنت رسول ﷺ کے دولہا، حسینؓ شہید کربلا کے باپ اور مسلمانوں کے خلیفہ تھے وہی علیؓ ابن ملجم ملعون کے زہر آلود خنجر کی ضرب سے آج شہید ہو کر دنیا سے سدھارے تھے۔

جو چشتی ہیں وہ بھی۔ جو قادری ہیں وہ بھی جو سہروردی ہیں وہ بھی جو رفاعی، شاذلی، مولوی ہیں وہ بھی سب اسی روح اعظم کے دامن گرفتہ اور فیض یافتہ ہیں۔

جو کسی سلسلہ کے مرید ہیں۔ آج کی تاریخ کی عظمت کو جانتے ہیں، مانتے ہیں۔ اور سلاسل صوفیہ کے امام اعظم کی طاعت کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ ان کو معلوم ہو کہ علیؓ کے در کا ایک حلقہ بگوش غلام یہ حروف لکھ رہا ہے۔

جنہوں نے اس وجود بے وجود اور اس ہستی عدم نما کے ہاتھ پر علیؓ امام الاولیاء کے سلسلوں میں بیعت کی ہے وہ سُن لیں۔ اچھی طرح غور کر کے دلوں پر اور ذہنوں پر اور دماغوں پر لکھ لیں کہ آج کی رات بڑی رات ہے۔ لَیْلَۃُ الْقَدْر ہے۔ خیر امن الف شھر ہے۔ نور امن خیر البشر ہے۔

مُرید روحانی اولاد ہے۔ بڑا ہو یا چھوٹا۔ امیر ہو یا غریب، عورت ہو یا مرد، بوڑھا ہو یا بچہ، مرید محبت و اطاعت سے ابتداء کرتا ہے۔ اور محبت و اطاعت کو منزل مقصود سمجھتا ہے۔ مرید ارادہ کرنے والا ہے ایک مراد کا۔ اور مراد وہ وجود ذات مطلق برحق، احد، واحد، یکتا اور موجود حقیقی ہے جس سے ہر معدوم و موہوم نمودار ہوتا ہے۔ اور آخر اسی میں فنا اور نابود ہو جاتا ہے۔

مرید کو آگاہ کرنے کا وقت آ گیا کہ میں جس کا نام ہے وہ میں نہیں ہوں۔ نہ میں تھا نہ میں ہو سکتا تھا۔ نہ میں ہو سکتا ہوں مگر ایک حقیقی میں نے ایک اصلی میں نے مجھ پیکر خاک پر اپنی تجلی ڈالی اور خاکی مورت میں موجود ہونے کی صلاحیت ہو گئی۔ تو اس نے مرید کو ہاتھ پکڑ کر ہاتھ در ہاتھ علیؓ تک پہنچایا۔ اور علیؓ نے اس مرید کو اپنے رسول ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ اور کملی والے کی کملی کا دامن

© https://www.khwajahasannizami.life

اُڑھا دیا۔ جس نے مرید کو اتنی اونچی اور اتنی بڑی اور ایسی اعلیٰ اور برتر سرکار تک پہنچایا تھا۔ وہی کہتا ہے۔ وہی لکھ رہا ہے کہ دنیا میں میری روانگی قریب ہے۔

جس کو پیر کہتے ہے ہو۔ ہادی سمجھتے ہو۔ جس کے ہاتھ پر اپنے اختیارات بشریٰ کو فروخت کر چکے ہو۔ جو بشریت کے جامہ میں تم ہی جیسا ایک انسان ہے۔ آج کی رات تم سب کی ارواح کو اپنے چھوٹے سے حجرہ میں دیکھ رہا ہے۔ تم میں سے اکثر کے جسم اس وقت سوتے ہوں گے مگر تمہاری روحیں میرے پاس جاگ رہی ہیں۔ اور میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ سنو! نہ میں پیغمبر ہوں۔ نہ امام ہوں۔ نہ مہدی ہوں۔ نہ مسیح ہوں، نہ مجدد ہوں، نہ ولی ہوں، نہ لیڈر ہوں، نہ بادشاہ ہوں، نہ امیر ہوں، نہ فقیر ہوں، نہ تاجر ہوں، نہ ایڈیٹر ہوں، نہ نیک ہوں، نہ بد ہوں، بلکہ خطا ونسیان سے مرکب ایک انسان ہوں۔ ایک وقت میں بیمار گنہگار۔ اور ایک وقت میں قوی وعبادت گزار۔ ایک وقت صبح کا اُجالا اور ایک وقت شام کا اندھیرا ایک وقت سورج سے زیادہ نورانی۔ اور ایک وقت ایسی تاریکی جو وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی کے آغوش میں ہوں۔ میں چپ ہوں مگر بولتا ہوں میں بہرا ہوں مگر سُنتا ہوں۔ میں اندھا ہوں مگر دیکھتا ہوں۔ میں مر چکا ہوں مگر زندہ رہ چکا ہوں۔ میرا کوئی روپ میری کوئی شکل میری نہیں ہے۔ بلکہ کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِی شَاۡنٍ۔ ہر گھڑی بس وہی ہے جو ہوسکتا ہے اور تھا اور ہوگا۔

بغیر کسی لفّاظی اور انشا پردازی اور زور تحریر کے یہ سیدھی، سادہ، صاف اور آسان بات سُن لو کہ تمہاری اطاعت ومحبت کی آزمائش کا وقت آ گیا۔ علی مرتضیٰؓ کی روح اعظم میرے قلم کے حروف میں بولنا چاہتی ہے۔ میں بھی سُننا چاہتا ہوں۔ تم کو بھی سُنانا چاہتا ہوں۔

وہ کہہ رہی ہے۔ سنو! سنو!!۔ وہ یہ کہہ رہی ہے پھر غور کر کے سنو!! وہی کہہ رہی ہے کہ اسلام سب کے لئے ہے۔ سب کے لئے تھا۔ سب کے لئے ہوگا۔ اسلام آسان ہے۔ سادہ ہے ہر خلجان سے ہر پیچیدگی سے ہر دشواری ومشکل سے پاک ہے۔ صاف ہے اس کو جنہوں نے اُلجھایا۔ اس کو جنہوں نے مشکلوں میں ڈالا وہ غرض کے غلام تھے۔ وہ سیاست کے اسیر تھے۔ انہوں نے اسلام کی جمعیت کو اپنی ہوس اور طمع اور حرص کے لئے سدّ راہ رکھا تو اس کو فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ وہ شیطان کے ہاتھوں کا آبلہ بن گئے اور فرقہ بندی کو مزیّن کر کے دکھا دیا۔ اور ہر فرقہ سے کہلوا دیا کہ ہم ہی حق پر ہیں باقی سب باطل پر ہیں۔

آج کی رات سمجھ لو کہ حق بڑی جماعت میں رہتا ہے اور چھوٹی تعداد باطل کو ساتھ لے لیتی ہے۔ پس حق وحدت میں ہے۔ اور باطل پراگندگی میں ہے۔ حق اجماع میں ہے اور باطل انتشار میں ہے۔ لہٰذا باطل کو توڑ ڈالو اور حق کے ساتھ ہو جاؤ۔

صوفی کو کہا جاتا تھا لَا مَذۡھَبَ لَہٗ۔ صوفی وہ ہے جس کا کوئی مذہب نہیں ہے تو کیا صوفی لا مذہب ہوتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ صوفی وہ ہوتا ہے جو فرقہ بندی کے لئے خود ساختہ مذہب تیار نہیں کرتا بلکہ محمد رسول اللہ کے لائے ہوئے اسلام اور علی مرتضیٰؓ کی سمجھائی ہوئی روحانیت اسلام کو اپنا سب کچھ سمجھ کر اور مان کر باقی سب مصنوعی مذاہب کو لَا کہہ کر نفی کر دیتا ہے۔

کہہ دو کہ تم نہ سُنی ہو نہ شیعہ، مقلّد ہو نہ غیر مقلّد، قادیانی ہو نہ وہابی، بلکہ تم مسلمان ہو۔ صوفی یعنی خالص مسلمان، اصل مسلمان محمد تمہارے رسول ﷺ۔ قرآن تمہاری کتاب۔ توحید تمہارا ایمان اور خدا تمہارا مقصود ہے۔ تم خدا کیلئے ہو۔ اور دنیا تمہارے لئے

© https://www.khwajasanizami.info

ہے۔ دنیا تمہاری لونڈی ہے۔ دنیا تمہاری مملوکہ ہے۔تم اس سے نفرت کرو یا محبت کرو۔تم اس کو رکھو یا چھوڑ دو اس کی ملکیت کے حق سے تم کبھی محروم نہیں ہو سکتے۔

آزادی و مساوات واخوت ومحبت کے تم ہی وارث و مالک ہو۔ یوروپ وایشیا، امریکہ وآفریقہ ملک ہیں اور سب ملک اللہ کے ہیں اور اللہ تمہارا ہے تو یہ سب ملک بھی تمہارے ہیں اور ان کے اندر جو کچھ ہے وہ بھی تمہارا ہے۔ان پر قبضہ کرنا تمہارا حق ہے۔موروثی حصہ ہے۔

تمہارے دو دشمن ہیں۔ باہر شیطان اور اندر نفس شیطان ہر زمانہ میں شکلیں بدلتا ہے۔کبھی ابن ملجم بنا کبھی یزید بنا اور آج اس نے بے شمار صورتیں اختیار کر لی ہیں۔نفس بھی شکلیں بدلتا رہتا ہے۔ان دونوں بہروپیوں سے ہوشیار رہو اور ان کے وار سے بچو۔

نفس اور شیطان سے بچنے کا بس یہی طریقہ ہے کہ تفرقہ کو دور کر دو۔اور سب ایک ہو جاؤ۔تمہارا خدا ایک، رسول ایک، قرآن ایک، قبلہ ایک، کلمہ ایک، نماز ایک، روزہ ایک، حج ایک، زکوٰۃ ایک اس کے سوا جو کچھ ہے وہ تفرق اور فرقہ بندی کی بات ہے اور شیطان اور نفس کی ایک بناوٹی صورت ہے۔

پیر اور امام اولیاء اور صحابہ سب راستہ دکھانے کے چراغ ہیں۔منزل مقصود نہیں ہیں۔منزل تو خدا کی ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔جس سے تم ظاہر ہوئے اور آخر جس کے پاس تم کو جانا ہے اور جس میں تم کو مِل جانا ہے۔

تم راستہ کی روشنی کو منزل نہ بناؤ اشخاص پرستی سے دل کو ہٹاؤ۔راستہ میں نہ ٹھہرو۔ بڑھے چلے جاؤ۔رسول ﷺ اور خلفاء اور ائمہ اور اولیاء سب ہی یہ کہتے ہیں کہ ہماری اطاعت اللہ کی اطاعت کے لئے ہو۔ہم کو دیکھ کر اور ہم ہیں جمالِ ذات کا مشاہدہ کر کے یہ نہ سمجھ لو کہ ہم ہی وہ ہیں جس کی تم کو تلاش ہے۔آگے بڑھو۔دیکھو اصل ذات تو آگے ہے۔ہم تو اس کے آئینے ہیں۔ہم تو خود اس سے کہہ رہے ہیں۔

خویشتن را جلوہ کردی اندریں آئینہ ہا

نمرود و فرعون بادشاہ تھے۔ بادشاہ انسانوں پر انسانی اقتدار چاہتے ہیں۔وہ بھی چاہتے تھے ان کی دیکھا دیکھی دنیا میں بے شمار نمرود اور فرعون پیدا ہو گئے۔اور ان کے لئے موسیٰؑ و ابراہیمؑ بھی نمودار ہوتے رہے۔ یہ اقتدار پرستی یہودی مذہب میں آئی۔عیسائی مذہب میں سمائی۔ ہندو مذہب نے بھی اس کو پسند کیا۔اور مسلمانوں پر بھی اس کا جادو چل گیا اور وہ دین جو دنیا سے اور انسانوں سے ذاتی فرعونیت دور کرنے آیا تھا خود پرست فرعونوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ اور ان فراعنہ نے مقدس صورتیں۔مقدس لباس، مقدس الفاظ، مقدس دلائل اور مقدس انداز اختیار کر کے تقدس پرست انسانوں کو پاش پاش کر کے اپنا غلام بنا لیا۔اور مسلمان بھول گئے کہ خدا نے قرآن میں بار بار کہا تھا کہ فرقہ فرقہ نہ ہو جانا آپس میں نہ لڑنا اور حبل اللہ کو مضبوط پکڑ کر سب سگے بھائیوں کی طرح ایک جان اور صد قالب بنے رہنا۔

حد ہو چکی۔ اب فرقہ بندی کے خاتمہ کا وقت آ گیا۔ وہ تمہارے ہاتھوں سے اور تمہاری قربانیوں سے اور تمہاری سرفروشیوں سے نیست و نابود ہونے والی ہے۔اور آج کی رات علیؓ ولی اللہ کی روح منور یہ بشارتیں لکھوا رہی ہے کہ فرقہ بندی کی رات تمام ہوئی۔ صبح صادق طلوع ہو رہی ہے۔نماز یوں اُٹھو سویرا ہو گیا۔سنو! اَلصَّلٰوۃُ مِنَ النَّوْمِ۔

☆☆☆☆☆

http://www.khwajahasannizami.net

اعتقاد۔مُرید اور پیر

از: خواجہ حسن ثانی نظامیؒ

فوائد الفواد میں حضرت خواجہ حسن علاء سنجریؒ نے ایک قصہ لکھا ہے کہ کسی شخص نے اپنے دوست کو حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا تو اُس نے کہا کہ میں ایک دفعہ ان کے پاس مرید ہونے کے ارادہ سے گیا تھا۔لیکن وہاں میں نے دسترخوانوں اور مشعلوں کا کروفر دیکھا اور اس سے میرا اعتقاد جاتا رہا اس لیے واپس آ گیا۔

یہ واقعہ جب حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں بیان کیا گیا تو حضرت نے حاضرین سے فرمایا کہ ''دسترخوان اور مشعلیں کہاں ہیں؟ اصل میں اس کی قسمت میں بیعت کی سعادت نہ تھی۔اس لئے اس کو ایسا نظر آیا۔''

حضرت کا یہ فرمان سن کر خواجہ حسن علاء سنجریؒ نے عرض کی کہ مشعلوں اور دسترخوانوں کے ہونے نہ ہونے سے اعتقاد پر کیا اثر پڑسکتا ہے؟ مشعلوں اور دسترخوانوں سے تو اعتقاد نہیں بدلنا چاہئے۔

حضرت نے فرمایا کہ بعض کا اعتقاد مضبوط ہوتا ہے اور بعض کا ذراسی دیر میں بدل جاتا ہے۔

اعتقاد کا معاملہ بڑا نازک معاملہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر صحیح اعتقاد کا قائم رہنا ناممکن ہے۔اعتقاد کے سلسلے میں عقل بالکل ناقابل اعتبار چیز ہے۔محض عقل پر تکیہ کرنے سے آدمی ایک منٹ میں گمراہ ہوسکتا ہے۔

خدا کو ہم نے بغیر دیکھے مانا ہے۔لیکن اگر اس کی صفات کے کرشمے ہم کو ہر وقت نظر نہ آتے تو انبیاء کی ساری کوششوں کے باوجود انسانی عقل ایمان بالغیب کو قبول نہ کرتی۔ایمان بالغیب کے لئے بھی کسی نہ کسی نظر آنے والی اور محسوس کی جانے والی چیز کا سہارا ضروری ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ''اندھے، بہرے اور گونگے'' نہ کہتا۔

لیکن یہ مظاہر قدرت جو ایمان بالغیب میں اتنی مدد دیتے ہیں کہ گمراہ کرنے میں بھی اہم پارٹ ادا کرتے ہیں۔دنیا کا کارخانہ اور اللہ میاں کے سب کام اس قدر پیچیدہ ہیں کہ آدمی ذراسی دیر میں چکر کھا جاتا ہے۔حضرت موسیٰؑ جیسا پیغمبر اللہ تعالیٰ کے کاموں اور اس کی مصلحتوں کو نہیں سمجھ سکا۔اور حضرت خضرؑ پر انہوں نے کشتی میں سوراخ کرتے وقت بچے کو قتل کرتے وقت اور دیوار کی مرمت کے موقعہ پر اعتراض کیے۔جب ایسے جلیل القدر پیغمبر کی یہ حالت تھی تو نبوت کے منصب سے کوسوں دور رہنے والے تو کس شمار وقطار میں ہیں۔

سرکار دو عالم حضور سرور کائناتﷺ مکمل ترین انسان تھے۔ہمارا اعتقاد یہی کہتا ہے کہ ان سے بہتر اور اچھا انسان نہ کوئی ہوا نہ ہوگا۔ان کی حیات طیبہ کا ہر واقعہ اور ہر پہلو ہمارے لیے معیار ہے اور اپنے اندر بہترین سبق رکھتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہی واقعات جو ہمارے لیے سبق آموز ہیں اور معیار کی حیثیت رکھتے ہیں۔مخالفوں کے نزدیک قابل اعتراض ہیں۔مخالفوں کو ان میں عیب نظر آتے ہیں۔سرکار دو عالمﷺ نے متعدد نکاح کئے۔یہ نکاح سوائے حضرت عائشہؓ کے سب کے سب عمر رسیدہ عورتوں سے کئے گئے اور حد ہے کہ پہلی شادی کے وقت آنحضرتﷺ پچیس سال کے حسین وجمیل، تندرست وتوانا اور سمجھدار وخوش خصال نوجوان تھے اور حضرت خدیجہؓ چالیس سالہ بیوہ! عمروں میں اس فرق اور شادیوں کے بعد آنحضرتﷺ نے فقر وفاقہ کی جو زندگی بسر کی اس سے کسی کو تعیش کا تو ذرا سا شبہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ اُن

© https://www.khwajahasannizami.net

نکاحوں میں جو مصلحتیں تھیں اور جو فائدے ان سے ہوئے ظاہر ہیں۔ اکثر مسلمان ان سے واقف نہیں۔ یہاں ان کو بیان کرنے کا موقع نہیں ہے۔ کہنا صرف یہ ہے کہ مخالف ان نکاحوں پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ وہی چیز جو ہمارے لئے معیار ہے اور خوش اعتقادی کا باعث ہے۔ دوسرے کو اس میں عیب نظر آتے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے معاملات کو تو آپ نے دیکھ لیا کہ پوری طرح سمجھ نہ سکنے کی وجہ سے آدمی کی عقل اچھی چیز کو بُرا قرار دے دیتی ہے۔ اب ذرا اور نیچے آکر اپنے پیر کو دیکھیے۔ یہاں بھی یہی رنگ نظر آئے گا۔ واللہ اعلم حقیقت کیا ہے لیکن سنا ہے کہ مرحوم آغا خان کے مریدوں کا عقیدہ یہ تھا کہ جب آغا خان شراب کا گلاس ہونٹوں سے لگاتے ہیں تو وہ شراب طہور بن جاتی ہے۔ اس کے برعکس ایک پیر صاحب کے بارے میں جو بہت نمازیں پڑھتے تو لوگوں کا خیال تھا کہ یہ دنیا اور ریاکار آدمی ہیں پیری کی دوکان چمکانے کے لئے ہر وقت نمازیں پڑھتے ہیں۔

ان دونوں مثالوں پر غور کرنے کے بعد حق کا متلاشی بڑی الجھن میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایک حد وہ ہے کہ بے عمل اور غلط کار کے متعلق اچھا عقیدہ رکھا جاتا ہے اور دوسری حد یہ ہے کہ باعمل کو ریاکار سمجھا جاتا ہے۔ آدمی یقین کرے تو کس پر کرے؟

حقیقت یہ ہے کہ آغا خان جیسے بہت سے ایسے پیر ہوں گے جو واقعتاً شراب نہ پیتے ہوں گے لیکن لوگ ان سے خواہ مخواہ بدظن ہوں گے۔ اور ایسے بھی بہت سے پیر ہوں گے جو ''غرق مئے ناب'' رہتے ہوں اور ان کے مریدوں کا یہ عقیدہ ہو کہ پیر کے ہونٹ مئے ناب کو شراب طہور بنا دیتے ہیں۔ دوسری طرف ایسے پیر بھی بے شمار پائے جائیں گے جو ریاکاری کی نمازیں پڑھتے ہیں اور لوگوں کی بدظنی ان کے بارے میں صحیح ہے اور ان کے مریدوں کا اعتقاد غلط ہے۔ اور ایسے پیر بھی ملیں گے جنکی نمازوں کا مقصد یہ ہے کہ دوسروں کو بھی انہیں دیکھ کر شوق ہو اور جو لوگ ان پر ریاکاری کا شبہ کرتے ہیں وہ بدگمانی کے گناہ میں مبتلا ہیں۔

غرض یہ کہ بیک وقت آدمی کو دنیا میں ایسے نمونے نظر آتے ہیں کہ حق اور ناحق کی پہچان اس کے لئے بڑی مشکل ہو جاتی ہے اور وہ جھنجھلا کر یا تو اس کوچے ہی کو خیرباد کہہ جاتے ہیں یا صبح کچھ عقیدہ رکھتا اور شام کو کچھ اور۔ کسی کی کوئی بات عقل کو اچھی معلوم ہوتی ہے تو اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور پھر اس کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا جس طرح حضرت موسیٰؑ کی سمجھ میں حضرت خضرؑ کی باتیں نہیں آئی تو فوراً بیزار ہو جاتا ہے اور ''تم نہیں اور سہی۔ اور نہیں اور سہی'' کا چکر ایسا قائم ہوتا ہے کہ ختم ہی ہونے میں نہیں آتا۔

سچی بات یہ ہے کہ اس پیچیدہ کارخانہ میں اللہ کی توفیق اور ہدایت کے بغیر صحیح اعتقاد کا قائم رہنا ناممکن ہے۔ ہر اعتقاد کے پیچھے ایسی دلیلیں ہوتی ہیں جو آدمی کو فوراً مرعوب کر لیتی ہیں اور ہر اعتقاد کے خلاف بھی ایسی دلیلیں لائی جاتی ہیں کہ جس سے یقین فوراً متزلزل ہو جاتا ہے۔ دلیل اور عقل کی بنیاد پر ایک اعتقاد کو ہمیشہ کے لئے قبول کر لینا بڑا مشکل ہے جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے دلیل اور عقل پر اعتقاد کی بنیاد رکھی ہے وہ ہٹ دھرم اور متعصب ہیں اور انہوں نے مخالف دلیلوں کو سننے اور سمجھنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ ورنہ ان کا اعتقاد کبھی کا بدل چکا ہوتا۔ اس لئے اگر کوئی شخص مذہب کو ضروری سمجھتا ہے تو سب سے پہلے اسے ذات پاک سے توفیق اور ہدایت کا طلب گار ہونا چاہئے اور اس بات پر تقریباً سب مذاہب کا اتفاق ہے کہ آدمی خلوص نیت سے طلب گار بنے تو آدمی کو توفیق کی دولت بھی ضرور ملتی ہے اور ہدایت بھی میسر آتی ہے۔

توفیق کے بعد ایک مرحلہ پھر بھی رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی یہ کیسے سمجھے کہ اس نے جو اعتقاد قائم کیا ہے وہ صحیح ہے اور اس صحیح اعتقاد پر جمے رہنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

اس کے لئے ہمیں شناخت کے انہی آلات کا کسی نہ کسی حد تک

© https://www.khwajahasanzamanlife

سہارا لینا پڑے گا جو گمراہ بھی کر سکتے ہیں لیکن اگر ان آلات سے قاعدے کے موافق کام لیا جائے تو گمراہی کی گنجائش بہت کم ہو جاتی ہے۔ اللہ نے اپنے نبیوں کے ذریعے بتایا ہے کہ آدمی کو اللہ پر بھروسہ کر کے اپنے آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں۔ دماغ کو بھی بند نہیں کرنا چاہئے اور آنکھیں جو کچھ دیکھیں اور دماغ جو کچھ سمجھے اس کو دل تک پہنچنے دینا چاہیے۔

جو شخص حضرت محبوب الٰہیؒ سے بدگمان ہوا اس نے اپنے دل دماغ پر مہر لگا رکھی تھی۔ اس نے پہلے سے یہ خیال جما لیا تھا کہ صحیح خدا رستی اور نیکی اس بات کا نام ہے آدمی کھانا پینا چھوڑ دے اور اندھیرے میں رہے۔ مسلمان ہونے کے باوجود اس نے اس بات کو نہ دیکھا تھا کہ اس کا مذہب اسلام رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ اس کو یہ نظر نہیں آتا تھا کہ اسلام کھانے پینے اور روشنی کو ایسا ضروری سمجھتا ہے کہ اس نے آدمی کو ان کے آداب اور شرائط سکھائے ہیں اور ان آداب و شرائط میں آرٹسٹک قدروں کو شریک کیا ہے۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کا بہت بڑا لنگر خانہ تھا۔ جہاں ہزاروں آدمی کھانا کھاتے تھے۔ لیکن حضرت کی مجلس میں دستر خوانوں کے کروفر کا کیا کام تھا؟ اس کے علاوہ حضرت کی مجلس کا وقت دن کا ہوتا تھا لہٰذا مشعلوں کا وجود بھی بے معنی تھا معلوم نہیں وہ شخص کہاں پہنچ گیا اور اس کو کیا دکھایا گیا۔ اس کی قسمت میں توفیق اور ہدایت کی دولت نہیں تھی۔ اس لئے اس نے نہ آنکھوں سے کام لیا۔ نہ دماغ سے۔ نہ دل سے۔ مہر لگا کر گیا۔ اور مہر شدہ واپس آ گیا۔

ایک دفعہ کوئی شخص دہلی سے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے پانی پت پہنچا۔ قلندر صاحب نے اس سے پوچھا کہ دہلی میں حضرت محبوب الٰہیؒ جیسے بزرگ کے ہوتے ہوئے تو اتنی دور کیوں آیا ہے؟

اس شخص نے نہایت حقارت سے کہا کہ آپ بھی کس کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ فقیر ہیں یا امیر؟ میں تو فقیر کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔ دہلی میں بھی لوگوں نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا اور میں خواجہ نظام الدینؒ کے ہاں مرید ہونے کے لئے گیا تھا لیکن جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ کسی درویش کی خانقاہ کے بجائے ایک بادشاہ کا سا عالی شان محل کھڑا ہے میں سمجھا کہ شاید غلط جگہ آ گیا ہوں۔ لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی امیر کا محل نہیں بلکہ خواجہ نظام الدینؒ کی خانقاہ ہی ہے۔ یہ سن کر میں اندر چلا گیا مگر وہاں کا منظر اور آرائش دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک سجے ہوئے کمرے میں نہایت بیش قیمت لباس پہنے ایک خوبصورت نوجوان بیٹھا ہے اور لونڈی غلام چل پھر رہے ہیں یہ دیکھتے ہی میں واپس پلٹ کر بھاگا کہ لوگوں نے مجھے کسی شہزادے کے محل میں بھیج دیا اچھا ہوا کہ کسی نے دیکھا نہیں ورنہ پکڑا جاتا۔ باہر آیا تو لوگوں نے پھر کہا کہ یہ امیر کا مکان نہیں ہے بلکہ حضرت کی خانقاہ ہے اور اندر حضرت ہی تشریف رکھتے ہیں۔

قلندر صاحب نے یہ سنا تو کہا لوگو! ڈورو! اس شخص کے ہاتھ پیر چومو! اور اسے سر آنکھوں پر بٹھاؤ۔ اس کو وہ چیز دکھائی گئی جو عام لوگوں کو نظر نہیں آئی۔ اس نے نظام الدینؒ کو محبوبی رنگ میں دیکھ لیا۔

دیکھا آپ نے، ایک ہی منظر اور واقعے سے دو آدمی مختلف اثر لیتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی آپ نے اندازہ کیا ہوگا کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے نکاحوں سے کس طرح متاثر ہوتا ہے دوسرا کس طرح۔ اصل میں ایک تو پوری طرح اور سب پہلوؤں کو دیکھتا ہے اور سب کچھ دیکھ کر دماغ سے صحیح فیصلہ کرتا ہے اور اس فیصلے کو دل میں جگہ دیتا ہے اور دوسرا نہ اچھی طرح دیکھتا ہے نہ سمجھتا ہے نہ دل میں بٹھا سکتا ہے۔

خواجہ حسن علاء سنجری نے خوب بات کہی تھی کہ مشعلوں اور دستر خوانوں سے اعتقاد کس طرح خراب ہو سکتا ہے یہاں ہم کو توفیق، دل دماغ اور آنکھوں کے ساتھ ایک اور چیز بھی کارفرما نظر آتی ہے اور وہ ہے محبت! محبت کو بڑی ضروری چیز قرار دیا گیا ہے وہ اعتقاد میں ثابت قدمی

© https://www.khwajahasannizami.life

پیدا کرتی ہے اور اعتقاد کو بگڑنے نہیں دیتی بلکہ صحیح اعتقاد کو محبت ہی کی ایک شکل کہا جاسکتا ہے۔

محبت ہوتی کیوں ہے؟ آدمی آنکھ کھول کر کچھ دیکھتا ہے یہ نظارہ دماغ تک کچھ ایسے دلچسپ اثرات پہنچاتا ہے کہ دماغ بھی اس دید میں مددگار بن جاتا ہے۔ آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں دیکھتے جاتی ہیں۔ کوئی پہلو نہیں چھوڑتیں۔ اور اس مشاہدے سے جس میں دماغ برابر ساتھ رہا تھا ایک فیصلہ وجود میں آتا ہے آدمی کا دل کھلا ہوا ہو تو اس فیصلے کو قیام کی جگہ مل جاتی ہے۔ یہ جگہ اچھی بھی ہوتی ہے اور بُری بھی۔ توفیق ہدایت کے ساتھ اگر اچھی جگہ ملے تو زندہ جاوید محبت میسر آتی ہے۔ ورنہ دل میں نفرت آباد رہتی ہے ایک کا نام اچھا اعتقاد ہے۔ دوسرے کا بُرا اعتقاد۔

سچی محبت ہونے کے بعد پھر آدمی کی آنکھ میں کسی چیز کو برا دیکھنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ سچی محبت اسی وقت ہوتی ہے جب آدمی پوری طرح دیکھ لے اور اس دید کا اچھا اثر مرتب ہوا سکے بغیر سچی اور دیرپا محبت ممکن ہی نہیں ہے اور جب آدمی پوری طرح دیکھ لیتا ہے تو پھر مزید کچھ دیکھنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ محبت اچھے اثر کی بنا پر ہوتی ہے اور یہ اثر دل میں جگہ پانے کے بعد پھر فنا نہیں ہوتا۔ محبت جب ہوتی ہے تو طائف کے بازاروں میں پتھروں سے لہولوہان ہوجانے کے باوجود اس کا اثر زائل نہیں ہوتا۔ رسول ﷺ کے زخموں سے خون رس رس کر جوتیوں میں بھر جاتا ہے لیکن وہ پتھر مارنے والوں کو دعا ہی دیتا ہے محبت ہوجانے کے بعد اس کے دل میں یہ شبہ پیدا نہیں ہوتا کہ قادر مطلق ذات جو اپنے پیارے رسول ﷺ کو ایسی تکلیفیں پہنچوائے کیا واقعی رحیم وکریم کہلائی جاسکتی ہے؟

حضرت بلالؓ ''رحمٰن رحیم اور رب العالمین'' کی مالا جپتے تھے لیکن جب انھیں عرب کی تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینے پر گرم پتھر رکھا جاتا تھا اور سوختہ بدن پر کوڑے پڑتے تھے تو ان کے دل میں یہ خیال نہیں آتا تھا کہ یہ کیسا رحمٰن ورحیم ہے جو اپنے نام لیواؤں کے ساتھ ایسا سلوک کراتا ہے! وجہ یہی تھی کہ ان کی آنکھ میں بُرا دیکھنے اور ان کے دل میں بُرا سوچنے کی صلاحیت نہ رہی تھی۔ وہاں وہ اعتقاد تھا جس کو محبت نے جنم دیا تھا اور جس میں چناں وچنیں کی گنجائیں نہیں تھی۔

ہجرت کے وقت آنحضرت ﷺ تو نکل گئے۔ حضرت علیؓ کو پلنگ پر سلا دیا۔ ایسے پلنگ پر جس کے چاروں طرف پیاسی تلواریں خون پینے کیلئے مچل رہی تھیں۔ اور نیزے سینے میں پیوست ہونے کو بے چین تھے۔ حضرت علیؓ نے اس وقت یہ نہ کہا ''میرے بھائی! میرے رسول اللہ ﷺ! میرے آقا! میں آپ پر قربان لیکن آپ کی محبت کس قسم کی ہے کہ اپنے بھائی، اپنے فرزند اور اپنے چہیتے کو خطرے کے حوالے کر کے جارہے ہیں؟'' طرفہ تماشا یہ کہ ایسے خطرناک وقت میں علیؓ جیسے عقلمند کو اس پلنگ پر نیند بھی آگئی۔

یہ سب محبت کے کرشمے تھے۔ ان لوگوں نے آنکھ کھول کر دیکھا تھا۔ دماغ سے سمجھا تھا۔ دل میں جگہ دی تھی۔ اس لیے ان کے ہاں یہ سوچنے اور یہ سمجھنے کی گنجائش نہ تھی کہ خدا بے رحم ہے اور رسول خودغرض ہیں۔ نعوذ باللہ۔

اعتقاد کی اس حقیقت کو سمجھنے والے آج بھی اپنے پیر سے سچی محبت کرتے ہیں اور آنکھ بند کر کے اپنے پیر کی پیروی کرتے ہیں اور ان کو وہ باتیں گمراہ نہیں کرتیں جن سے کم فہم لوگ اس بنا پر متاثر ہوجاتے ہیں کہ ان کی عقلیں مذکورہ باتوں کی مصلحتوں کو سمجھنے سے عاجز ہوتی ہیں۔

آج بھی ہر آدمی کو آنکھ کھول کر دماغ سے غور کر کے اپنے پیر کو دیکھ لینا چاہئے اگر آنکھیں اور دماغ بُرے اثر کو دل میں جگہ دیں تو ڈھل مل یقین رہنے کے بجائے بالکل قطع تعلق کر لینا چاہئے اور سچ کی تلاش جاری رکھنی چاہئے اور اگر اسکے برعکس اچھا اثر مرتب ہو تو پیر کی محبت میں اپنے آپ کو غرق کر دینا چاہئے اور بُرا دیکھنا اور بُرا سوچنا چھوڑ دینا چاہئے تاکہ اگر اس کو عقل میں نہ آنے والی باتیں نظر آئیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ

© https://www.khwajaimamsaiyedhasanmizamilife

کوحضرت خضرؑ کے ساتھ نظر آئیں تھیں۔تو وہ گمراہ نہ ہو۔اوراس کوحضور سرورکائناتﷺ کی پیروی نصیب ہواوروہ اسی طرح صراط مستقیم پر قائم رہے جیسے حضرت علیؓ رہے اور حضرت بلالؓ رہے۔اور وہ بھی خواجہ حسن علاء سنجریؒ کی طرح بلا جھجک کہہ سکے کہ ''مشعلوں اور دسترخوانوں سے اعتقاد کیونکر خراب ہوسکتا ہے؟''

سچے اور صحیح اعتقاد کے لئے اللہ کی طرف سے توفیق اور ہدایت ضروری ہے۔خلوص نیت سے اسے طلب کیجئے۔اور اپنے ساتھ سمجھے او رپھر آنکھیں کھول کر دیکھیے ۔دیکھے جایئے۔دیکھے جایئے مجھے اوراس کے بعد شک وشبہ سے بالاتر ہوکر بے اختیار کہیے:

بے حجابانہ در از درِ کاشانہ ما
کہ کسے نیست بجز درد تو درخانہ ما

پھران شاءاللہ نہ گمراہی ہوگی نہ اعتقاد کی خرابی!

مرید ہوتو گواہ لاؤ

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءمحبوب الٰہیؒ کے خلیفہ اورلنگر خانے کے مہتمم حضرت مولانا برہان الدین غریبؒ نے فرمایا:

بعض آدمی کہتے ہیں کہ ہم تیس برس سے شیخ الاسلام نظام الدین قدّس سرّہ کے مرید ہیں۔یہ دعا گوعرض کرتا ہے کہ

اگر مرید ہوتو گواہ لاؤ

یعنی تمہارے اخلاق اورتمہارے طریقے کو گواہ ہونا چاہئے کہ تم حضرت شیخ الاسلام نظام الدین قدّس سرّہ جیسے بزرگ کے مرید ہو۔

(احسن الاقوال)

(گویا جب تک مرید اپنے پیر کے طریقے کو اختیار نہ کرے۔ان کے اخلاق کو نہ اپنائے اس وقت تک اسے اپنے آپ کو مرید کہنے کا حق نہیں ہے۔پیر کی ایک بات پر اگر مرید نے عمل کیا تو گویا اپنے مرید ہونے کا ایک گواہ پیش کیا۔دو باتوں پر عمل کیا تو دو گواہ فراہم کئے۔علیٰ ہذا القیاس)

ہمارے سب سے بڑے پیر اور پیروں کے پیر آقائے مولیٰ حضور محمد صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پیروں کا طریقہ دراصل آنحضرتﷺ کا طریقہ ہے۔آنحضرتﷺ کی ہر سنت کی پیروی گواہ بنتی ہے۔ ہمارے اسلام کی ۔ ہمارے ایمان کی۔ ہمارے پاس اگر گواہ نہیں ہیں تو ہمارا اسلام معتبر ہے نہ ہمارا ایمان معتبر ہے۔اس لئے اپنے مرید ہونے کے گواہ لایئے!اپنے اسلام اورایمان کے گواہ لایئے!)

حسن ثانی نظامی

نہیں ہے علم ان میں جہل کی مستی کا جھگڑا ہے
یہ باتیں غیر ثابت ہیں زبردستی کا جھگڑا ہے
فقط اک ہستی اعلیٰ کا پرتو دل میں پڑتا ہے
جو کچھ اس کے سوا ہے وہم کی ہستی کا جھگڑا ہے
(حضرت اکبرالہ آبادی)

© https://www.khwajahasannizami.life

ہم جس زمانہ میں جی رہے ہیں وہ نہ تو مجادلے کا ہے اور نہ مناظرہ کا بلکہ یہ مکالمہ کا زمانہ ہے

حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاءؒ کے 719/ ویں سالانہ عرس کے موقع پر منعقد سیمینار میں پروفیسر اختر الواسع کا اظہار خیال

نئی دہلی (اسٹاف رپورٹر) حضرت خواجہ سید محمد نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے 719/ ویں سالانہ عرس کی تقریبات کا سلسلہ جاری ہے۔ گزشتہ شب درگاہ کے صحن میں بعد نماز عشاء قل کی محفل منعقد کی گئی اور آج صبح گیارہ بجے بڑے قل



کی رسم ادا کی گئی جس میں پاکستانی زائرین کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ اسی دوران ملک و دنیا میں امن وامان اور ترقی کے لیے خصوصی دعا کی گئی۔ اس سلسلہ میں خواجہ ہال میں ہر سال کی طرح اس سال بھی سیمینار بعنوان "حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی۔ قومی اتحاد اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی" پدم شری پروفیسر اختر الواسع کے زیر صدارت اور خواجہ سید محمد نظامی سجادہ نشین درگاہ؟ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ رحمتہ اللہ علیہ کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ اس دوران خواجہ سید محمد نظامی کی مرتب کردہ کتاب "نظامی بسنت کے پھول" اور عبدالملک نظامی ناندیڑ کی مرتب کردہ کتاب "حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء، ناظم اور خاص مریدین" کا اجرا بھی ہوا۔ تقریب کا آغاز کرتے ہوئے خواجہ سید محمد نظامی نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی شان اور عظمت بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا دور تھا جہاں سے کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ آپ کے زمانہ میں کئی بادشاہ گزرے مگر آپ نے کبھی کسی بادشاہ سے ملاقات کرنا گوارا نہیں کیا۔ پدم شری پروفیسر اختر الواسع نے اپنی صدارتی۔ تقریر میں عرس کی مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی فخر دہلی محفل سماع کا انعقاد نہ ہو بلکہ عرس کے موقع پر سیمینار بھی ہوں۔ یہ

سلسلہ خواجہ سید محمد نظامی نے جاری رکھا اور اسے ایک نئی شکل بھی دی۔ انھوں نے کہا کہ سیمینار تو ہر سال ہوتا ہے لیکن ایسے زمانہ میں جہاں لوگ نفرتوں کے ترشول دکھانے میں لگے ہیں انھوں نے بسنت کے پھول نظامی باغ میں اگائے کا کام کیا۔ اس کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں تمام مذاہب کے مذہبی پیشواؤں کے لیے خراج عقیدت ہے انھوں نے کہا کہ اس ملک میں جو مذہبی تکثیریت ہے وہ ہماری آپ کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ رب کی مرضی اور منشاء کے مطابق ہے۔ وہ چاہتا تو سب کو ایک سانچے میں ڈھال سکتا تھا۔ بحیثیت مسلمان میرا یہ فرض ہے کہ میں جس چیز کو اپنے لیے بہتر سمجھتا ہوں اسے انتہائی شرافت اور دیانت ومتانت کے ساتھ دوسروں تک پہنچاؤں۔ میرا کام کمیونیکیٹ کرتا ہے، کنورٹ کرنا میرا کام نہیں۔ ہماری ساری پریشانی یہ ہے کہ ہم کمیونی کیشن میں کم اور کنورژن میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ جس کتاب کا آج اجراء ہوا وہ اس حوالہ سے غیر معمولی ہے اور میں اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ اس کتاب کا ہندی میں ترجمہ ضرور ہو۔ گرو نانک اور سکھ نظریہ کے بارے میں کافی مواد اس کتاب میں موجود ہے اسے گرمکھی زبان میں آنا چاہئے اور یہ اس لیے ضروری ہے کہ سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان جو غلط فہمیاں ہیں ان کے ازالے کے لیے اس سے بہتر طریقہ نہیں ہوسکتا۔ یاد رکھئے جو لوگ آپ کے خلاف ہیں وہ مٹھی بھر ہیں۔ آپ نفرت کا جواب نفرت سے مت دیجئے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو برداشت کر لیتا ہے وہ مار ڈالتا ہے۔ ہمیں برداشت وتحمل سے کام لینا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم



جس زمانہ میں جی رہے ہیں وہ نہ مجادلے کا زمانہ ہے اور نہ مناظرہ کا بلکہ یہ مکالمہ کا زمانہ ہے۔ ہم مکالمہ کے ذریعہ گنجائش پیدا کر سکتے ہیں اور غلط فہمیوں کو دور کر سکتے ہیں۔ خواجہ سید محمد نظامی نے یہ کتاب شائع کر کے ایک پیش قدمی کی ہے۔ اس سیمینار میں ان کے علاوہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود انور علوی، پروفیسر ظہیر حسین جعفری، پروفیسر شریف حسین قاسمی، پروفیسر ہمدانی، فاروق ارگلی، ڈاکٹر عقیل احمد، پروفیسر ڈاکٹر محمد فخر الدین نظامی، حافظ محمد ہارون نظامی وغیرہ نے بھی نذرانہ عقیدت پیش کیا جبکہ افضل منگلوری نے منقبت پیش کی۔ اس موقع پر مولانا سہیل انور فریدی سجادہ نشین خانقاہ آبادانیہ بدایوں شریف، فادر ڈاکٹر وکٹر، حافظ موسم نظامی، حضرت پیر پاشا چشتی قادری نظامی، حضرت ملا محی الدین درویش نظامی، پروفیسر ڈاکٹر محمد معظم الدین صاحب، ڈاکٹر محمد عبدالرافع، حضرت محمد مجیب حسن خان نظامی، محمد معراج نظامی، سمیت بڑی تعداد میں لوگ موجود تھے۔

© https://www.khwajahasansanami.com

''حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کے خلفاء، ناظم اور مریدین'' اور ''نظامی بسنت کے پھول'' کتابوں کو بزرگوں کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے۔








حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کے 719 رویں عرس کی تصویری جھلکیاں















حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی فخر دہلیؒ کے ساتویں عرس مبارک کی تصویریں۔

(شہزاد دونی)

khwajahasanizami.life







